انجمن احیاء السنۃ

دعوۃ الحق

سلسلہ نشر و اشاعت نمبر ۱۹۷

مجالس محی السنۃ

محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم عمت فیوضہم
خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ

زیرِ سرپرستی: یادگار خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ پوسٹ بکس نمبر: 2074 جامع مسجد قدسیہ
بالمقابل چڑیا گھر شاہراہ قائدِ اعظم لاہور۔ پوسٹ کوڈ نمبر: 54000 ☎ 042 - 6373310

ناشر: انجمن احیاءُ السُنّۃ (رجسٹرڈ)
نفیر آباد، باغبانپورہ، لاہور۔ پوسٹ کوڈ نمبر: 54920 ☎ 042-6861584-042-336767

شیطان و نفس دونوں ہیں دشمن ترے مگر
دشمن وہ دور کا ہے یہ دشمن قریب کا

اس مارِ آستیں کا نہ کچلا جو سر تو پھر
منتر ہو کارگر نہ مداوا طبیب کا

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

از افادات

محی السنۃ حضرت اقدس مولانا
شاہ ابرار الحق صاحب
دامت برکاتہم

ناشر
انجمن احیاء السنۃ
نفیر آباد ۔ باغبانپورہ ۔ لاہور

دعوۃ الحق سلسلہ اشاعت نمبر ۱۹۷

●

نام کتاب ـــــــــ مجالس محی السُنّۃ

مجالس ـــــــــ محی السُنّۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

مرتب ـــــــــ محمد فضال الرحمٰن

ناشر ـــــــــ انجمن احیاء السُنّۃ لاہور

سنہ اشاعت ـــــــــ ۱۴۱۹ھ

کتابت ـــــــــ مولوی عبدالجبار قاسمی

●

ملنے کے پتے

زیرِ سرپرستی: یادگار خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ پوسٹ بکس نمبر: 2074 جامع مسجد قدسیہ
بالمقابل چڑیا گھر، شاہراہِ قائدِ اعظم، لاہور۔ پوسٹ کوڈ نمبر: 54000- ☎ 6373310 - 042

●

شعبہ نشر واشاعت خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ، اشرف المدارس
گلشن اقبال 2 - پوسٹ بکس نمبر: 11182 - کراچی 47 - ☎ 461958-021

●

ناشر: انجمن احیاء السُنّۃ (رجسٹرڈ)
نفیر آباد، باغبانپورہ، لاہور۔ پوسٹ کوڈ نمبر: 54920 ☎ 6861584-042-336767-042

فہرست مضامین

باسمہ تعالیٰ

عرضِ مرتّب

حامداً ومصلیاً ومسلماً، امابعد! دین الٰہی وآسمانی مذہب ہی کا اصول وضابطہ، اور اس کی ہی خصوصیت نہیں ہے بلکہ دنیوی علوم وفنون کے بارے میں بھی روزمرہ کے واقعات، صبح وشام کے مشاہدات، اقوام وافراد کے تجربات یہ سب اس حقیقت کو ثابت کر رہے ہیں کہ کسی بھی فن وہنر کو حاصل کرنے اور اس میں مہارت وکمال اور امتیاز پیدا کرنے کے لئے صرف کتابی علم، نظریاتی معلومات، وسعت مطالعہ یہ کافی نہیں، جب تک کہ اسکے ساتھ ماہرین فن کی صحبت اور ان کی عملی تربیت نہ حاصل ہو۔

فنی معلومات، قانون دانی، کتاب فہمی اور اس پر گہری نظر سے اگر یہ چیز حاصل ہو جاتی تو ہر شخص جس میں کمال پیدا کرنا چاہتا وہ اپنی طبعی استعداد وصلاحیت، ذکاوت وذہانت اور فکری قوت سے اس فن کی بنیادی کتابوں کا مطالعہ کر کے اس کو حاصل کر لیتا، بالخصوص آج کے دور میں جب کہ علم ومعلومات کے وسائل واسباب کی سہولت ہے نشر واشاعت کے وسائل کی کثرت ہے، ہر زبان میں تراجم کی سہولت نے زبان وبیان کی اجنبیت کا مسئلہ جو کہ مطالعہ واستفادہ کے لئے مانع تھا اس کو بھی ختم کر دیا لیکن ان تمام باتوں کے باوجود معمولی فن اور اس میں کمال حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ اس فن کے جاننے والے سے عملی طور پر تربیت نہ لی جائے اور اس کی صحبت میں نہ رہا جائے مثلاً کھانے پکانے کی کتابیں چھپی ہوئی ہیں ان میں انواع واقسام کے خوش ذائقہ کھانوں کے

تیار کرنے کے طریقے، خوش رنگ وخوش ذائقہ بنانے والے مصالحے اور انکے اجزائے ترکیبی کی مقدار، ان میں ترتیب کی صورت یہ سب کچھ لکھا ہوا ہے اس کو ہی پڑھ کر کوئی باورچی وطباخ بننا چاہے تو نہیں بن سکتا ہے، اور نہ ہی ایسا شخص کوئی کھانا پکا سکتا ہے تاوقتیکہ پکانے والے کی صحبت میں نہ بیٹھے، اور اس سے عملی تربیت نہ لے، تو معلوم ہوا کہ کسی بھی علم وفن کو صحیح طور پر حاصل کرنے کیلئے فنی شخصیت کی صحبت اور اس کی عملی تربیت ضروری ہے۔

جب دنیا کا معمولی فن بھی بغیر عملی نمونہ اور صحبت وتربیت کے حاصل نہیں ہوسکتا تو علم دین بغیر کسی سے سیکھے اور بغیر کسی کی صحبت وتربیت کے محض کتب بینی اور مطالعہ سے کیسے حاصل ہوسکتا ہے، حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ اسی حقیقت کی توضیح وتشریح میں ارشاد فرماتے ہیں کہ بھلا نری کتابوں سے بھی کوئی کامل ومکمل ہوا ہے، موٹی بات ہے کہ بڑھئی کے پاس بیٹھے بغیر کوئی بڑھئی نہیں بن سکتا ہے، حتیٰ کہ بسولہ بھی بطور خود ہاتھ میں لیکر اٹھائے گا تو وہ بھی قاعدہ سے نہ اٹھایا جاسکے گا، بلا درزی کے پاس بیٹھے ہوئے سوئی پکڑنے کا انداز بھی نہیں آتا، بلا خوش نویس کے پاس بیٹھے اور بلا قلم کی گرفت اور کشش دیکھے ہرگز کوئی خوش نویس نہیں ہوسکتا، غرض بدون کامل کی صحبت کے کوئی کامل نہیں بن سکتا۔ (اشرف السوانح ۱۵۹/۲)

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم وحکمت سے انسانوں کی رشد وہدایت اور ان کی اصلاح وتربیت کا روزِ اول ہی سے جو نظام قائم فرمایا وہ کتاب اللہ ورجال اللہ کی صورت میں ہے، ان دونوں کا ایک ساتھ تسلسل اسطرح رہا کہ مذاہب وادیان، اقوام وملل کی طویل ترین تاریخ جو کہ مستند ومحفوظ ہے اس میں اگرچہ بڑے بڑے حوادث رونما ہوئے،

انتہائی خطرناک موڑ آئے، صبر آزما دور آئے مگر ادنیٰ سے وقفہ کیلئے اس نظام الٰہی میں کوئی خلل نہیں آیا کہ دونوں سلسلے ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے ہوں کہ کتاب اللہ ہی کو نازل کرنے پر اکتفا کر لیا گیا ہو، یا رجال اللہ ہی کو بھیجنے کو کافی سمجھا گیا ہو بلکہ دونوں ہی سلسلے یکساں طور پر ایک ساتھ قائم رہے، چنانچہ قرآن پاک میں فرمایا گیا۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (سورۃ الحدید پ۲۷ ع۱۹)

ہم نے (اسی اصلاح آخرت کیلئے) اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے احکام دیکر بھیجا اور ہمنے انکے ساتھ کتاب کو اور انصاف کرنے (کے حکم) کو نازل کیا تا کہ لوگ (حقوق اللہ اور حقوق العباد میں) اعتدال پر قائم رہیں۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ (سورۃ المائدہ پ۶ ع)

تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی ہے اور ایک کتاب واضح۔

آسمانی تعلیمات وقانون الٰہی سے ہی اگر یہ کام ممکن ہوتا اور انسانی فطرت وعقل سلیم اس کی اجازت دیتی تو رشد وہدایت، اصلاح وتربیت کا یہ نظام الٰہی قائم نہ کیا جاتا، بلکہ اتنا کافی تھا کہ قوانین وہدایت کو صحیفوں وکتابوں کی صورت میں اتار کر اسکے موافق عمل کرنیکے لئے کہہ دیا جاتا، لیکن ایسا نہیں کیا گیا بلکہ کتاب اللہ کے ساتھ رجال اللہ کا بھی سلسلہ جاری رہا جس سے یہ بات خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ رشد و ہدایت کیلئے تنہا کتاب کافی نہیں، ذوق مطالعہ، کتب بینی کی افادیت و نافعیت، اور اس سے حاصل ہونے والی معلومات کی اہمیت، اور کتابی علم کی قدر وقیمت مسلم ہونے کے باوجود صحیح عمل اور اصلاح و درستگی کیلئے یہ کافی نہیں جبتک کہ اسکے ساتھ زندہ عملی پیکر کی صحبت اور اس کی تربیت نہ ہو

وجہ اسکی یہ ہے کہ علم تو ایک روشنی ہے جس سے راستہ معلوم ہو جاتا ہے، اس کے نشیب وفراز، اونچ نیچ، صحیح غلط کا تعین ہو جاتا ہے، مگر ظاہر ہے کہ راستہ کے معلوم ہونے سے مقصود تک رسائی نہیں ہو سکتی جبتک کہ اسکے طے کرنے کی قوت وطاقت، ہمت وصلاحیت فکر ولگن نہ ہو، منزل تک پہونچنے کیلئے جس طرح دو چیزیں ضروری ہیں ایک یہ کہ منزل کا صحیح

راستہ معلوم، دوسرے یہ کہ اس پر چلنے کی قوت و طاقت ہو، تاوقتیکہ یہ دونوں ہی چیزیں حاصل نہ ہوں منزل تک نہیں پہونچا جاسکتا ہے، ایسے ہی علم کا حاصل ہو جانا ہی کافی نہیں بلکہ اسکی روشنی سے جو واضح راستہ نظر آرہا ہے اس پر چلنے کیلئے روحانی طاقت کی ضرورت ہے، اور وہ اللہ کی محبت و معرفت اور تقویٰ ہے۔

یہ وہ جوہر ہے کہ اس سے انسان حقیقی معنوں میں انسان بنتا ہے، اخلاق سنور جاتے ہیں، عادات درست ہو جاتی ہیں، روح میں تازگی، قلب میں حرارت، نیکی کا جذبہ، طاعت کا داعیہ، بُرائی سے نفرت، گناہوں سے دوری، نفسانی خواہشات پر کنٹرول ہو جاتا ہے، ہاتھ و پیر کی نقل و حرکت صحیح ہو جاتی ہے، یہ وہ سکہ ہے کہ جس کی قدر و قیمت ہر جگہ ہوتی ہے، اسکے چلنے کیلئے نہ کسی خاص مکان و زمان کی شرط ہے، نہ کسی خاص جگہ اور وقت کا تعین ہے، نہ ہی کسی مخصوص ماحول و فضا کی ضرورت ہے، حالات کے الٹ پھیر، زمانہ کے تغیر و تبدل وقت کے بدلتے ہوئے تقاضوں اور زندگی کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کیوجہ سے نہ اس کی قیمت گھٹ سکتی ہے نہ ہی اسکی عظمت میں کمی آسکتی ہے، دنیا و آخرت دونوں ہی جگہ اس کی اہمیت و وقعت ہے، اسکے بغیر انسان میں نہ انسانیت و شرافت آسکتی ہے نہ ہی ایمان میں زیادتی، یقین میں پختگی، اعمال میں للٰہیت، سیرت میں عمدگی، کردار میں بلندی تہذیب میں دلربائی، معاشرت میں شائستگی آسکتی ہے، بلکہ ایسا شخص انسانی شکل میں حیوانیت و بہیمیت لئے ہوئے ہوتا ہے کہ زندگی کا سارا نظام عمل نفسانی خواہشات کی تکمیل کیلئے ہوتا ہے، جو دل تقویٰ و معرفت کے نور سے خالی ہے وہ عارف رومی کے بقول بظاہر دل ہے مگر درحقیقت وہ فارورہ کی شیشی کی طرح کہ جس میں پیشاب بھرا ہوا ہے ؎

آں زجاجے کو نہ دارد نورِ جاں   بول قارورہ است قندیلش مخواں

جسم انسانی کی بقا اور اسکے صحت مند ہونے کے لئے جس طرح غذا ضروری ہے اسی طرح ایمانی و روحانی اعتبار سے صحت مند ہونے کے لئے اللہ کی محبت و معرفت اور تقویٰ ضروری ہے، اسی لئے مختلف عنوان سے اسکا مطالبہ کیا گیا ہے۔

۱۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ   اے ایمان والو! اللہ سے ڈرا کرو ڈرنے کا حق،

حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ (سورۃ اٰل عمران پ ۴ ع ۱)

اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا،

۲۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (سورۃ الاحزاب پ ۲۲ ع ۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو، اللہ تعالیٰ (اسکے صلہ میں) تمہارے اعمال کو قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا۔

۳۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ (سورۃ البقرہ پ ۲ ع ۸)

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اور یقین کرلو کہ اللہ تعالیٰ ان ڈرنیوالوں کے ساتھ ہوتے ہیں

۴۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (سورۃ الحجرات پ ۲۶ ع ۱۳)

اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔

للّٰہیت، خدا ترسی، اللہ کی محبت و معرفت یہ کتابوں کی ورق گردانی، الفاظ و نقوش اور اسکے معانی و مفاہیم کے جاننے سے نہیں آتی، نہ ہی زبان دانی، اسمیں مہارت و کمال اور اسکی ادبیت و بلاغت کے ذوق سے حاصل ہوتی ہے، اگر یہ عظیم و بیش بہا دولت اس سے حاصل ہوسکتی تو یقیناً قرآن مجید کے جو اولین مخاطب ہیں ان کو یہ حاصل ہو جانا چاہئے تھا کیونکہ انکو اپنی زبان دانی اور اسکی فصاحت و بلاغت پر نہ صرف یہ کہ پوری دسترس حاصل تھی بلکہ ان کو اس پر ناز تھا اور یہ چیز ان کے لئے باعث افتخار و امتیاز تھی، اسکے باوجود انکو جو ملا وہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و تربیت سے حاصل ہوا، چنانچہ فرمایا گیا

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۚ (سورۃ الفتح پ ۲۶ ع ۱۲)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپکی صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں، اور آپس میں مہربان ہیں، اے مخاطب تو انکو دیکھے گا کبھی وہ رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہیں، انکے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے انکے چہروں پر نمایاں ہیں

اس آیت میں انکی جن امتیازی خصوصیات و بلند کمالات کو ذکر کیا گیا ہے اسکا سرچشمہ ایک اور صرف ایک ہے وہ صحبتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، آپکی معیت و صحبت ہی کی برکت سے انکو یہ بلند مقام حاصل ہوا

معلوم ہوا کہ تقویٰ اور اللہ کی محبت و معرفت کیلئے اہل اللہ کی صحبت ضروری ہے مولانا رومیؒ فرماتے ہیں

قال را بگذار مرد حال شو پیشِ مرد کاملے پامال شو

اکبر الہ آبادیؒ نے اسی کو اپنے الفاظ میں کہا ہے ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

خود قرآن پاک نے اہل اللہ اور اہل تقویٰ کی معیت و صحبت اختیار کرنیکا حکم دیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ۝ (سورۃ التوبہ پ۱۱ ع) اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

دنیا کی تاریخ میں جن اہل اللہ و بزرگان دین کے نام روشن ہیں انکے حالات و واقعات اور زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو پورے وثوق و اعتماد سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ انکی زندگی میں جو انقلاب و تبدیلی پیدا ہوئی، اپنے معاصرین میں امتیاز و تفوق حاصل ہوا وہ کسی اہل دل کی صحبت و تربیت ہی کی وجہ سے ہوا ہے، مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎ مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلام شمس تبریزی نہ شد

حکیم الامت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ صحبت کے بغیر نہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم کافی ہے اور نہ ادنیٰ درجہ کی، اسی لئے علماء و طلباء کے ذمہ اسکا اہتمام ضروری ہے، پہلے زمانہ میں جو سب لوگ اچھے ہوتے تھے اسکی بڑی وجہ یہی ہوتی تھی کہ وہ سب کے سب اس صحبت کا اہتمام رکھتے تھے، اسوقت یہ حالت ہے کہ تعلیم کا اہتمام تو کسی قدر ہے بھی کہ اس پر ہزاروں روپیہ صرف کیا جاتا ہے، اور بہت سا وقت دیا جاتا ہے مگر صحبت کیلئے فی سال ایک ماہ بھی کسی نے نہیں دیا، واللہ اگر صحبت کیطرف ذرا بھی توجہ کرتے تو مسلمان ساری تباہیوں سے بچ جاتے۔ (طریق النجاۃ۔ دعوات عبدیت ۱۲/۵۶)

اسی لئے کہ علم پر عمل کیلئے اہل اللہ کی صحبت اور انکی تربیت میں رہنے کا بطور خاص اہتمام ضروری ہے

اسی کے ساتھ انکے ملفوظات وارشادات جوکہ اپنے اثرات وفوائد کے لحاظ سے صحبت ہی کا بدل ہیں بالخصوص ان لوگوں کے لئے جنکو جسمانی حاضری کی سعادت نصیب نہیں وہ انکے مطالعہ کا اہتمام کریں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نوراللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں۔

بعد از حرماں دولت صحبت کاملان و مشاہدہ جمال عارفاں، سماع اخبار و تتبع آثار ایشاں در ہمت افزائی و در ظلمت زدائی تاثیر دارد کہ صحبت و مجالست (اخبار الاخیار ص ۶)

مشائخ کاملین کی صحبت سے اور عارفین کے جمال کے دیدار سے محرومی کے بعد انکے ارشادات کا معلوم کرنا اور واقعات کا سننا اعمال صالحہ کی رغبت زیادہ کرنے میں اور قلب کی تاریکی دور کرنے میں انکی صحبت و ہمنشینی کے مثل ہے

امام ربانی مجدد الف ثانی نوراللہ مرقدہٗ اپنے مکتوب گرامی میں جو عبدالرحیم خانخاناں کے نام ہے اسمیں اہل اللہ کی صحبت اور انکے ارشادات کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں

فصحبۃ الشیخ الکامل المکمل کبریت احمر، نظرہٗ دواء وکلمتہٗ شفاءٌ (مکتوبات امام ربانی ۱/ ۶۱)

پس شیخ کامل، مصلح کی صحبت کبریت احمر ہے، اسکی نظر عنایت دوا اور اسکا کلام امراض روحانی کی شفا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ان حضرات کے ارشادات جوکہ رشد وہدایت اور اصلاح وتربیت کیلئے نسخہ اکسیر ہوتے ہیں انکے ضبط کرنے، جمع کرنیکا اہتمام کیا جاتا رہا، اور امت میں ذوق وشوق کے ساتھ پڑھنے پڑھانے اور سننے سنانے کا سلسلہ چلتا رہا، اسی سلسلے کی زیر نظر کتاب مجالس محی السنۃ بھی ہے جوکہ مرشدی محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کے ملفوظات وارشادات کا مجموعہ ہے کہ اسمیں تعلیم وتربیت کیلئے زریں ہدایات ہیں، دعوت وتبلیغ کے لئے حکیمانہ تعلیمات ہیں، سلوک وتصوف کے لئے رہنما اصول ہیں، علماء وطلباء کے لئے قیمتی مشورے ہیں، تعلق مع اللہ کے حصول کا طریقہ ہے اعمال میں اخلاص وللّٰہیت، اخلاق وعادات کے سنوارنے کی تدبیریں ہیں، برائیوں اور گناہوں سے بچنے کے نسخے ہیں، مومنانہ زندگی اختیار کرنے کی ترغیب ہے جسکا مطالعہ ہر ایک کے لئے انشاء اللہ خضر راہ ہوگا، حضرت والا دامت برکاتہم کی نظر ثانی واجازت سے مجلس اس کو پیش کررہی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے، پوری امت مسلمہ کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین والسلام

محمد افضال الرحمٰن

خادم اشرف المدارس ہردوئی، ۱۱ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ

باسمہٖ تعالیٰ

کامیابی تو کام سے ہوگی

ارشاد فرمایا کہ برسوں سے جو عادات بگڑی ہوئی ہیں ان کی اصلاح و درستگی کے لئے فکر و کوشش کرنی چاہئے اور مسلسل لگا رہنا چاہئے، تب جاکر کام ہوتا ہے، محض خواہش و تمنا کرنے سے کچھ بھی نہیں ہوتا، (ایک دفتی پر دار الشفاء لکھا ہوا آویزاں تھا اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ) اگر کوئی شخص چاہے کہ جیسے اس کی دال ہے میں بھی ویسے ہی لکھ لوں تو محض اس خواہش اور دیکھنے سے نہیں لکھ سکتا جب تک کہ ویسے لکھنے کی فکر و کوشش اور محنت نہیں کرے گا، ایسے ہی جو عادات بگڑی ہوئی ہیں ان کی اصلاح و ٹھیک کرنے کے لئے فکر بھی چاہئے اور محنت و کوشش بھی تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے لئے کامیابی کا راستہ کھول دیتے ہیں۔

بے ادب محروم گشت از فضل رب

ارشاد فرمایا کہ استاد کے ساتھ ادب واحترام کا معاملہ کرنا چاہئے، دل میں ان کی عظمت و محبت چاہئے، جو شخص استاد کے ساتھ بے ادبی و گستاخی کا معاملہ کرتا ہے تو پھر اس کی تکمیل دشوار ہوجاتی ہے، وہ علم سے محروم ہو جاتا ہے، اور اگر پڑھ بھی لیا تو پھر اس کی برکات سے محروم ہو جاتا ہے، اگر حافظ ہو گیا تو اس کے حفظ میں برکت نہیں ہوگی، عالم ہو گیا تو اس کے علم میں برکت نہیں ہوگی اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کہ پرنالہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعے سے صاف وستھرا پانی آتا ہے، اب اگر کوئی اس کے منھ کے پاس مٹی رکھ دے یا گندگی رکھ دے تو پھر اب جو پانی آئے گا وہ گندہ و خراب ہوگا اور ناپاک ہوگا اسی طرح استاد کی طبیعت مکدر کرنے کی وجہ سے اس کا فیض بند ہوجاتا ہے اس لئے یہ بڑی خطرناک بات ہے۔

استاد کو اپنا خیر خواہ سمجھے

ارشاد فرمایا کہ استاد کا جتنا زیادہ احترام وادب کروگے اور اس کی جتنی زیادہ عظمت کروگے اتنا ہی علم میں برکت ہوگی، اس گُر کو یاد رکھو استاد کی ہدایات اور ان کی تجویزات کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص ہے اس کی آنکھ میں نور ہے لیکن ماڑا اور موتیا بند کی وجہ سے اس کو نظر نہیں آرہا ہے، ڈاکٹر نے آپریشن کردیا جس کی وجہ سے ماڑا وغیرہ ختم ہوگیا، اب آنکھوں میں جو نور تھا وہ اپنا کام کرنے لگا اور دکھائی پڑنے لگا، اسی طرح طلبا میں صلاحیت واستعداد تو ہوتی ہے، ضرورت ہوتی ہے کہ اس کو ظاہر کیا جائے اور کام میں لگا دیا جائے، تو استاد کی تجویزات اور ہدایات جو ہوتی ہیں وہ بظاہر تو ہوتی ہیں بہت معمولی سی لیکن بڑی نافع ہوتی ہیں کہ اس پر عمل کرنے سے جو صلاحیت واستعداد ہوتی ہے وہ مفید اور کارآمد ہو جاتی ہے، اس لئے ان کو اپنا خیر خواہ سمجھنا چاہئے۔

ہر گناہ زنگیست بر مرآۃ دل

ارشاد فرمایا کہ انسان جب ایک بار غلطی کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، اب اگر توبہ کرلے تو وہ صاف ہو جاتا ہے، اگر توبہ نہیں کرتا بلکہ دوبارہ اور تیسری مرتبہ غلطی کرتا ہے تو پھر وہ سیاہ نقطہ بڑھتا رہتا ہے جس سے انسان کا دل خراب ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

ان المؤمن اذا اذنب کانت نکتۃ سوداءُ
فی قلبہ فان تاب واستغفر صقل
قلبہٗ وان زاد حتی تعلو قلبہٗ [۱]

جب مؤمن گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب پر ایک سیاہ دھبہ لگ جاتا ہے، پھر اگر توبہ اور استغفار کرتا ہے اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر گناہ کرتا رہتا ہے تو سیاہ دھبہ بھی بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ سیاہی اسکے قلب پر چھا جاتی ہے۔

پھر اس کے اثرات مرتب ہونے لگتے ہیں کہ الجھن، پریشانی اور بے چینی ہوتی ہے، اچھے اور نیک کام کرنے میں جی نہیں لگتا، اس لئے اگر کسی کا پڑھنے میں جی نہیں لگتا اور طبیعت میں الجھن رہتی ہے تو اس کو سوچنا چاہئے کہ کوئی غلطی وبے اصولی اور گناہ تو نہیں ہو رہا ہے اور اگر ہے تو اس سے فوراً توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔

---

[۱] مشکوٰۃ ۱/۲۰۴

دینی خدام اوران کالباس

ارشاد فرمایا کہ دینی خدام عموماً کہتے ہیں کہ عوام میں ان کی عزت ووقعت نہیں ہوتی، تو بھائی بات یہ ہے کہ اپنی وضع قطع جب عوام جیسی بنائیں گے تو معاملہ بھی عوام جیسا ہوگا۔ اگر ایک کانسٹیبل اور سپرنٹنڈنٹ سادی وردی میں ہوں توان کے ساتھ معاملہ بھی ویسا ہی ہوگا، ایک پولس والا عامی آدمی کے لباس میں پان کی دکان پر جائے تو ظاہر ہے کہ اس کے ساتھ کوئی خصوصیت کا برتاؤ نہیں کیا جائے گا، بلکہ سب لوگوں کے ساتھ لائن میں لگنا پڑے گا اور جب نمبر آئے گا تو پھر اس کو پان ملے گا۔ لیکن اگر اپنی وردی میں جائے گا تو پھر اس کے ساتھ دوسرا ہی معاملہ ہوگا، وضع قطع کا بڑا اثر ہوتا ہے، ایک مرتبہ شہر سے باہر قریب ہی میں ایک جلسہ میں جانے کے لئے ایک واعظ صاحب یہاں آئے ان کے ساتھ ماسٹر صاحب کو بھیج دیا، وہ واعظ صاحب عامی لباس میں تھے اور ماسٹر صاحب صلحا کے لباس میں تھے تو اس کا اثر یہ ہوا کہ جہاں جانا تھا جب وہاں پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے مولانا صاحب کو تو ایک عامی آدمی سمجھا اور ماسٹر صاحب کو سمجھا کہ یہی مولانا صاحب ہیں، اوران سے مصافحہ وملاقات کے لئے بڑھے تو کیا بات تھی؟ یہی کہ وہ ایک عامی لباس میں تھے لہٰذا ان کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کیا گیا، میرا جب بغداد جانا ہوا تھا تو میرے برادر نسبتی ڈاکٹر محمود شاہ صاحب مرحوم نے وہاں ایک اچھے عالم قاری صاحب تھے ان سے ملاقات کرانے کے لئے لے گئے تو میرا تعارف کرانا شروع کیا تو قاری صاحب نے کہا کہ تعارف کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ان کی وضع قطع، شکل و شباہت خود ان کا تعارف کرا رہی ہے آج دینی خدام اور طلبائے کرام کے تعارف کی ضرورت پڑتی ہے کہ یہ فلاں مدرسہ کے طالب علم ہیں۔ یہ فلاں مدرسہ کے شیخ التفسیر اور شیخ الحدیث ہیں، یہ نوبت کیوں آئی؟ اسی وجہ سے کہ صلحا کی جو وضع قطع تھی اس کو چھوڑ دیا گیا تو ظاہر ہے کہ پھر معاملہ بھی عوام کی طرف سے ویسا ہی ہوتا ہے، اس لئے اپنی وضع کو صلحا جیسی بنانا چاہئے۔

اساتذہ کا باہمی معاملہ کیسا ہونا چاہئے؟

ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک میں فرمایا گیا

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ[۱] مسلمان توسب بھائی ہیں

ایک مؤمن دوسرے مؤمن کا بھائی ہے پھر جو اساتذہ کرام ہیں ان کا تو آپس میں اور زیادہ تعلق ہے، اس لئے ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی وخیرخواہی کا معاملہ کرنا چاہئے جو لوگ عمر میں بڑے ہیں وہ بڑے بھائی کی طرح ہیں ان کا معاملہ اپنے سے کم عمر والوں کے ساتھ محبت وشفقت کا ہونا چاہئے اور جو لوگ چھوٹے ہیں ان کو اپنے سے بڑی عمر والوں کی عزت کرنا چاہئے اوران کے ساتھ احترام کا معاملہ کرنا چاہئے، حقوق الاسلام حضرت والا تھانویؒ کی کتاب ہے اس میں بڑے اور چھوٹے کے حقوق لکھے ہوئے ہیں ان کو پڑھا جائے اوراس کے موافق ایک دوسرے کے ساتھ معاملہ کیا جائے جو لوگ بڑے ہیں ان کو چھوٹوں کے بارے میں یہ گمان کرنا چاہئے کہ ان کی عمر کم ہے لہٰذا ان کے گناہ بھی ہم سے کم ہیں اور جو چھوٹے ہیں ان کو بڑوں کے بارے میں یہ سوچنا چاہئے کہ ان کی عمر زیادہ ہے لہٰذا ان کی نیکیاں بھی زیادہ ہیں، اوران کو تجربہ بھی زیادہ ہے، اور ایک دوسرے کے ساتھ نیک گمان اورحسن ظن رکھا جائے۔

اس سنت پر بھی عمل کیا جائے

ارشاد فرمایا. طلبا کے ساتھ برتاؤ میں شفقت کا غلبہ ہونا چاہئے، افہام وتفہیم ہی کا معاملہ رکھا جائے، جہاں تک ہوسکے تادیب ضربی سے احتیاط کی جاوے، اس زمانہ میں جو لوگ پڑھاتے ہیں عموماً ان کا اصلاحی تعلق بزرگوں سے نہیں ہوتا، اوران کی اصلاح ہوئی نہیں ہوتی. جس کی وجہ سے تادیب ضربی میں نفسانیت کا غلبہ ہوجاتا ہے اورغصہ اتارنے کے لئے مارتے

---

[۱] پ۲۶ ع۱۴

ہیں حدود کی رعایت نہیں ہو پاتی، اسپتالوں میں ہر ایک ڈاکٹر آپریشن نہیں کرتا بلکہ اس کے لئے کچھ لوگ خاص ہوتے ہیں اکثر لوگ گولیاں وغیرہ ہی دیتے ہیں، اسی طرح تادیب ضربی کا معاملہ ہے یہ بھی ایک طرح سے آپریشن ہی ہے، تو یہ کام ہر ایک کو نہیں کرنا چاہئے' تادیب ضربی نہ کرنا یہ بھی تو سنت ہے اس پر بھی تو عمل کرنا چاہئے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت میں دس برس رہے مگر ہمیشہ آپ کا معاملہ ان کے ساتھ کیسا تھا؟ محبت اور شفقت کا، تو اب اس سنت پر بھی عمل کیا جائے۔

اپنی صلاحیت کو کام میں لگائیے

ارشاد فرمایا ہر انسان میں ایسی استعداد و صلاحیت ہے کہ اگر وہ اس کو کام میں لے آئے تو کامیاب ہو جاتا ہے، اور اگر وہ اس سے کام نہ لے تو پھر ناکام ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بعضے بچوں کے والدین دین دار اور صالح ہوتے ہیں مگر ان کے بچے ان کی طرح نہیں ہوتے والد حافظ ہیں مگر بچہ حفظ نہیں کر سکا، والد عالم ہیں لیکن بچہ عالم نہیں ہو سکا، یہ اس لئے کہ جو صلاحیت ہے اس سے کام نہیں لیا، بعضے علما کے بچے رکشہ چلاتے ہیں اور بعضے جہلا کے بچے دار الحدیث میں بیٹھ کر حدیث کا درس دیتے ہیں، اس کی وجہ یہی ہے کہ علما کے بچوں نے جہلا کا طریقہ اختیار کیا تو ناکام ہو گئے، جہلا کے بچوں نے علما کا طریقہ اختیار کیا تو وہ کامیاب ہو گئے تو اصل چیز یہی ہے کہ جو استعداد و صلاحیت ہے اس کو کام میں لگایا جائے تو پھر انسان کامیاب ہو جاتا ہے، اساتذہ، والدین اور منتظمین کو اپنا خیر خواہ سمجھے ان کی ہدایات کے موافق کام میں لگے تو پھر ترقی کرتا چلا جائے گا۔

محبتِ الٰہی میں ترقی کا نسخہ

ارشاد فرمایا کہ ہر دین کے کام میں اور ہر نیک کام میں اللہ کی محبت میں ترقی کی نیت کر لیا کرے، وضو کر لیا، ذکر کر لیا، تلاوت کر لیا، تو نیت کرے کہ اس کی وجہ سے اللہ کی محبت میں ترقی ہو گی

توان شاء اللہ اس پر عمل کرنے سے محبت میں ترقی ہوگی، محبت میں اضافہ ہوگا۔

سفر کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں

ارشاد فرمایا سفر کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، ایک تو ٹکٹ، دوسرے سامان۔ اگر ٹکٹ ہو اور سامان نہ ہو تو سفر تو ہو جائے گا مگر مشقت و تکلیف کے ساتھ ہوگا اسی طرح آخرت کے سفر کا بھی معاملہ ہے کہ ایمان کا ٹکٹ اور اعمال صالحہ کا سامان یہ انسان کے پاس ہونا چاہئے اگر ایمان کا ٹکٹ ہے اور اعمال صالحہ کا سامان نہ ہو تو جنت میں داخلہ دیر سے ہوگا۔

جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور

ارشاد فرمایا، ڈاک خانے والے پوسٹ مین کو خطوط ولفافے اور منی آرڈر دیتے ہیں تاکہ لوگوں کو پہونچادے۔ اب اگر تقسیم کرنے کے بجائے سب لے کر گھر میں بیٹھ جائے اور ڈاک خانے واپس نہ جائے تو اس کا کیا ہوگا؟ اس کو پکڑوا منگائیں گے اور اس حرکت پر اس کو جیل خانہ میں بھیج دیا جائے گا یا نہیں؟ اسی طرح انسان کا معاملہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا جو جی چاہے کرے اس کا کوئی مواخذہ نہیں ہوگا، ایسا نہیں ہے بلکہ جن لوگوں نے قاعدہ سے کام کیا ہے ان کو تو انعام ملے گا، اور جن لوگوں نے بے اصولی کی ہے اور من مانے طریقے سے معاملہ کیا ہے ان کو جیل خانہ میں ڈالا جائے گا، اسی کو قرآن پاک میں فرمایا گیا

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَّ أَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ [1]

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تم کو یوں ہی مہمل پیدا کر دیا اور تم ہمارے پاس لوٹ کر نہیں آؤ گے۔

ہر ایک کو ذمہ داری دی گئی ہے کہ یہ یہ کام کرنا ہے، اور یہ یہ نہیں کرنا ہے اور نہ کرنے پر یہ یہ سزا ملے گی اس لئے اس کی فکر و تیاری کی ضرورت ہے۔

---

[1] پ ۱۸ ع ۶

ہر شخص کو اس کے حسب حال دیا جاتا ہے

ارشاد فرمایا۔ غلام آقا کے سامنے ہاتھ پھیلا کر مانگتا ہے کہ ہم کو کپڑا چاہئے، کھانا چاہئے روپیہ پیسہ چاہئے تو جو کچھ اس کے قبضہ میں ہوگا وہ اس کو دے گا، اسی طرح انسان جب اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلا کر دعا کرتا ہے، قاعدہ کے مطابق مانگتا ہے تو پھر اس کو ملتا ہے اور دعا قبول ہوتی ہے، دعا کرنے میں جلدی نہ کرے، مانگتا رہے لگا رہے پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ جتنا چاہیں عطا فرمائیں گے کیونکہ اس میں بڑی حکمت و مصلحت ہے، مثال کے طور پر ہر شخص یہ دعا کرے کہ ہم کو مالداری مل جائے، تو ظاہر ہے کہ ہر شخص کو اگر مالدار بنا دیا جائے تو دنیا کا نظام ہی خراب ہو جائے گا، پھر کون معماری کرے گا؟ کون مزدوری کریگا؟ اور کون دوا علاج کرے گا؟ اس لئے جس کے حال کے مناسب جو ہوتا ہے وہی اس کو دیا جاتا ہے۔

باندھ لے توشہ سفر ہونے کو ہے

ارشاد فرمایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک شخص نے کہا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا جزا و سزا یہ سب کچھ نہیں تو پھر دنیا میں مشقت برداشت کرنے اور لذائذ کے چھوڑنے سے کیا فائدہ؟ تو آپ نے فرمایا کہ اگر مان لیا کہ تمہاری ہی بات صحیح ہے تو اس سے ہمارا کیا نقصان، اب رہ گیا بعض چیزوں کے چھوڑنے کا معاملہ وہ تو ہم نے اپنی خوشی سے چھوڑا ہے، لیکن اگر بات وہ ٹھیک ہے جو ہم کہتے ہیں تو تم اپنی فکر کرو کہ تمہارا کیا ہوگا؟ اس کی میں ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ ایک شخص نینی تال اور منصوری جائے اور اپنے ساتھ گرم کپڑے اور اوڑھنے کا سامان لے کر جائے۔ کیونکہ وہاں کے موسم کے لحاظ سے لے جانا چاہئے تو لوگ دیکھ کر ہنسیں گے کہ اس کو کیا ہو گیا، کہ یہ سامان لے جانے کی مشقت برداشت کر رہا ہے، لیکن جب وہاں پہونچے گا تو معلوم ہوگا کہ سامان سے کتنا نفع ہوگا، چنانچہ جب ہم لوگ وہاں گئے تھے تو ہم نے اپنے سوئٹر وغیرہ اوپر رکھ لئے تھے، جب گاڑی کاٹھ گودام سے آگے چلی تو خنکی محسوس ہونا شروع ہو گئی تو ہم لوگوں نے تو اپنے کپڑے پہن لئے

بعضے لوگوں کو دیکھا کہ وہ یوں ہی بیٹھے ہوئے تھے، اب وہ سردی کی وجہ سے ٹھٹھرنے لگے اور کانپنے لگے بات کیا تھی؟ وہاں کے موسم کے لحاظ سے سامان نہ ہونے کی وجہ سے پریشانی ہوئی اور ٹھنڈک کھانا پڑی، اسی طرح جس نے آخرت کے لئے پہلے ہی سے تیاری نہیں کی ہے تو ایسے لوگوں کو وہاں مشقت اٹھانا پڑے گی، سزا بھگتنی ہوگی، اور جن لوگوں نے پہلے ہی سے یہاں رہ کر وہاں کے لئے سامان جمع کرلیا ہے تو وہ لوگ وہاں راحت وآرام سے رہیں گے، قرآن پاک میں اسی کو فرمایا گیا

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ۝ ؎

اور تمہارے لئے اس میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے، اور نیز تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے یہ بطور مہمانی کے ہوگا غفور رحیم کی طرف سے۔

؎ کوچ ہاں اے بے خبر ہونے کو ہے
تا بکے غفلت سحر ہونے کو ہے
باندھ لے توشہ سفر ہونے کو ہے
ختم ہر فرد بشر ہونے کو ہے

ہماری مساجد سونی ہو گئیں

ارشاد فرمایا۔ اپنی اپنی مسجدوں میں تین منٹ کے لئے تلاوت کا سلسلہ شروع کرنا چاہئے آج کل ہماری مسجدیں سونی ہوگئیں نماز پڑھنے کے بعد کچھ کتاب کا معمول ہو تو وہ ہوجائے، پھر تلاوت کی جائے، جو قرآن نہیں پڑھے ہیں وہ بھی قرآن کو لے لیں اور اس کو کھولیں اور انگلی پھیرتے رہیں اور یہ کہتے رہیں کہ یہ بھی حق ہے یہ بھی حق ہے تو تین منٹ میں کم از کم پانچ ہزار نیکیاں تو مل جاتی ہیں، کوئی ایک صفحہ پڑھے گا تو پانچ ہزار، آدھا صفحہ پڑھے گا تو ڈھائی ہزار نیکیاں مل جائیں گی۔

پانی پیتا ہوں تو مولانا بنوریؒ یاد آتے ہیں

ارشاد فرمایا، جب پانی پیتا ہوں تو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ یاد آجاتے ہیں، ایک مرتبہ کراچی میں تشریف فرما تھے، ناشتہ پر مولانا بھی تشریف فرما تھے

؎ پ ۲۴ ع ۱

کچھ مذاکرہ آداب طعام وسنن کے بارے میں ہو رہا تھا تو اس موقع پر فرمایا کہ خالی مشروب کی دعا نظر سے گذری ہے؟ عرض کیا گیا کہ ہم لوگوں میں کمی ہر اعتبار سے ہے، ہم لوگوں کو معلوم نہیں ہے پھر مولانا نے کتاب کا حوالہ دیا اور وہ دعا بتلائی جب پانی پیتا ہوں یا کوئی چیز پیتا ہوں تو وہ دعا یاد آجاتی ہے۔

الحمد لله الذی سقانا عذبًا فراتًا برحمته ولم يجعله ملحًا اجاجًا بذنوبنا [1]

اے اللہ آپ کا شکر ہے کہ آپ نے اپنے کرم وفضل سے شیریں چیز پلائی جو ہمارے حلق میں آسانی سے اترنے والی ہے اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے کڑوا اور حلق میں پھنسنے والا نہیں بنایا۔

یہ اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے، یہ دعا عام طور پر کتابوں میں نہیں ملتی اس کو یاد کرلینا چاہئے۔

طالب علم ہو کر مسبوق ہو جائے ارشاد فرمایا، ایک بات عرض کرتا ہوں کہ طالب علم ہو کر وہ مسبوق ہو جائے یہ کیسی بات ہے؟ کبھی کبھار عذر کی بنا پر مسبوق ہو جائے وہ الگ بات ہے، تکبیر اولیٰ کا اہتمام ہونا چاہئے، یہی زمانہ ہے عمل کرنے کا، اہتمام کرنے کا، آصف خاں وزیر گجرات کے حالات میں ہے کہ وزیر تھے علم وفضل والے، وزارت کی مشغولی کے باوجود تکبیر اولیٰ کبھی نہیں چھوٹتی تھی، کتنی بڑی فکر تھی یہ جو آج سارے عالم میں فیض پہونچ رہا ہے، ہندوستان پاکستان اور عرب عجم کے اندر دنیا بھر میں یہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کا فیض ہے اور آپ سے تعلق رکھنے والوں کا، ان کے شیخ کا بھی تو فیض ہے وہ بہت بڑے فاضل عالم علامہ نہیں تھے میاں جی تھے، میاں جی کی عظمت کم ہو گئی ہے، حقیقت میں ان کی عظمت کیا تھی؟ تکبیر اولیٰ کے سلسلے میں ان کا کیا عمل تھا؟ تکبیر اولیٰ چالیس سال تک نہیں چھوٹی تھی، اسی وجہ

---

[1] روح المعانی ۲۷/۱۴۹

سے جب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے پہلے شیخ ومرشد کی رحلت ہوگئی تو آپ کو شیخ کی تلاش تھی کہ وہ توبہ کرائے تو اس وقت خواب میں زیارت ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، آپنے میاں جی کی بشارت دی اس درجہ میاں جی کی شخصیت تھی، کتنی بڑی چیز ہے؟ تکبیر اولی کا اہتمام اور صف اولی کا اہتمام خصوصیت کے ساتھ کرنا چاہئے چنانچہ ہمارے یہاں معمول ہے بڑے طلبہ کے لئے کہ جن کو دیکھا کہ تکبیر اولیٰ میں سستی کرتے ہیں، جماعت میں سستی کرتے ہیں ان طلبہ کے لئے کہہ دیا جاتا ہے کہ فلاں فلاں صف اول میں نماز پڑھیں گے اور ان کے لئے جگہ مقرر کر دی جاتی ہے، اب اگر نہیں آئے تو ان کی جگہ خالی رہے گی تو فوراً پتہ چل جائے گا جیسے ریل کے اندر تخصیص جگہ یعنی ریزرویشن کے ڈبہ میں اگر کوئی نہیں آیا تو اس کی برتھ خالی رہتی ہے، سیٹ خالی رہتی ہے اس سے حاضری میں آسانی رہتی ہے، اور دوسروں سے کہا جاتا ہے کہ تم دوسری صف میں بیٹھو، تمہیں دوسروں کو جگہ دینے کی وجہ سے ثواب مل جائے گا، چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو نماز میں سست ہوتے ہیں ان میں فکر پیدا ہو جاتی ہے، اور وہ الحمد للہ پابند ہو جاتے ہیں۔

دعا اگر نہ بتلائی جاتی تو کوئی بھی نہ پڑھتا

ارشاد فرمایا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کھانا کھایا کرو تو دعا بھی پڑھ لیا کرو اور دعا بھی بتلائی گئی، اور اگر بتلائی نہ جاتی تو اس دعا کو لوگوں کے ڈر کے خیال سے کوئی بھی نہ پڑھتا کوئی بھی صالح سے صالح شخص نہ پڑھتا کہ لوگ کہیں گے کہ بڑے حریص معلوم ہوتے ہیں کہ مرغا کھایا اور کباب کھایا پھر بھی بڑھیا چیز مانگ رہے ہیں حکم ہے کہ یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِّنْهُ۔ اے اللہ! ہم کو اس میں برکت دیجیے اور اس سے بڑھیا چیز کھلایئے۔

ویسے اگر حدیث کا علم نہ ہو تو لوگ کہیں گے صاحب دیکھو کیسے حریص ہیں؟ کہ

مرغ کھارہے ہیں، کباب کھا رہے ہیں اور پلاؤ کھا رہے ہیں پھر بھی بڑھیا چیز مانگ رہے ہیں، ارے بھائی بات کیا ہے، اگر یہی ہے کہ جب بڑے سے کوئی چھوٹا مانگتا ہے تو بڑے خوش ہوتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم سے مانگتے رہو، مانگتے رہو، اور مانگو، اور مانگو، اور کب تک یہ دعا پڑھے؟ جب تک دودھ پینے کو نہ ملے، اور جب دودھ پینے کو ملے تو یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ [1] اے اللہ! ہم کو اس میں برکت دیجئے اور اس میں زیادتی کیجئے

دودھ اور پلائیے تو دودھ کتنی بڑی نعمت ہے سب سے بڑی نعمت دودھ ہے اس سے بڑھیا اور کوئی چیز نہیں۔

انسان کے شرف کا مدار کیا ہے

واقعہ۔ حضرت والا دامت برکاتہم کرسی پر تشریف فرما تھے اور لوگ نیچے بیٹھے ہوئے تھے اس پر

ارشاد فرمایا۔ اوپر ہونا کوئی شرف کی اور عزت کی نشانی نہیں ہے، اور نیچے ہونا یہ کوئی گھٹیا ہونے کی نشانی نہیں بلکہ کبھی معاملہ اس کے برعکس یعنی الٹا بھی ہوتا ہے، ترازو کا ہلکا پلہ اوپر ہوتا ہے یا بھاری؟ بولو بھائی بھاری پلہ نیچے ہوتا ہے، موتی اوپر ہوتا ہے کہ نیچے؟ نیچے ہوتا ہے اور بلبلہ اوپر، اوپر ہوتا ہے یا نہیں؟ کوئی شخص اوپر بیٹھا ہے تو ضرورۃً بیٹھا ہے انسان کے شرف کا مدار کیا ہے؟ اس کے اعمال و اخلاق، اگر اعمال و اخلاق اچھے ہیں تو وہ لوگوں کے دلوں میں محبوب ہے عزت والا ہے، وہ چاہے زمین پر بیٹھے اور اگر اعمال اچھے نہیں ہیں اور وہ چاہے اونچے پر بیٹھے تو اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں اصل تو چیز یہ ہے، ایک شخص ہے بدن میں ایسی چیز لگا رکھی ہے کہ سارے بدن سے خوشبو آرہی ہے، اور ایک نے صرف کپڑے میں خوشبو لگا رکھی ہے تو دونوں میں فرق ہے کہ

---

[1] عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی ۴۲۵/

نہیں؟ ایسے ہی بھائی! انسان جو اچھا عمل کرتا ہے، نیک عمل کرتا ہے تو وہ ایسے ہی ہوتا ہے کہ سارا جسم جو ہے اس کا معطر ہو جاتا ہے اس میں اس کی طرف محبوبیت بڑھ جاتی ہے اس کی طرف کشش ہو جاتی ہے تو اصل مدار محبوبیت کا اس کا عمل ہے۔

رزق کی بے حرمتی تنگی کا باعث ہوتا ہے

ارشاد فرمایا۔ گناہ کرنے سے رزق میں منجانب اللہ تنگی ہو جاتی ہے راستہ وہاں سے بند ہو جاتا ہے، بعضے بچے برتن میں کچھ دال لگی رہی، سالن وغیرہ لگا رہا دھو دیتے ہیں یہ غلطی کی بات ہے، بہت بڑی غلطی کی بات ہے، رزق کی تنگی کا باعث بنتا ہے، پھر برسوں پریشان ہونا پڑتا ہے، برتن کو چاٹ لو، صاف کر لو، دال بچ گئی ہو تو پی لو، کسی سے کھائی نہیں جاتی تو خیر اس کی تو اجازت ہے کہ ساتھی کھا رہے ہوں تو کہہ دے کہ لو اس کو صاف کر لو، وہ صاف کر لے۔ ایسے ہی انگلیوں میں دال یا سالن وغیرہ لگا ہو تو اس کو چاٹ لو، حدیث میں ہے؛

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلعق یدہ قبل ان یمسحھا رواہ مسلم[۱]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انگلیوں کو چاٹ لیتے تھے ہاتھوں کو صاف کرنے سے پہلے۔

ایسا کام ہی نہ کرے جو باعث تنبیہ ہو

ارشاد فرمایا۔ ایسا کام نہ کرو کہ اساتذہ کو تنبیہ کرنا پڑے، کام تو کرنا ہی ہے چاہے عزت سے کرو، چاہے ذلت سے، چاہے پٹ کر کرو، چاہے بغیر پٹے، بہرحال جب ضرورت پڑتی ہے تو انجکشن مجبوراً لگایا ہی جاتا ہے۔ اب روز روز انجکشن کے لئے تیار رہے تو اچھا نہیں، آپ لوگ اپنے اوقات کی قدر کریں، مدرسہ کے اصول و ہدایات کی پابندی کریں، اساتذہ آپ کے خیر خواہ ہیں، نائی پر اعتماد نائی خیر خواہ، نائی سے اگر استرہ لگ جاتا ہے تو کوئی اس سے لڑتا ہے؟ کہتے ہیں ارے بھائی بھولے سے لگ گیا، اساتذہ بے چارے تنبیہ کرتے ہیں آپ کے فائدے کیلئے

---

[۱] مسلم شریف

تو اس میں کبھی زیادتی بھی ہو سکتی ہے تو دل میں شکایت نہ ہو، اور ایسا کام ہی کیوں کرو کہ جس سے تادیب کی نوبت آئے، انسان کی اپنی عزت اس کے ہاتھ میں ہے۔

اصل تبلیغ کیا ہے؟

ارشاد فرمایا، اصل تبلیغ کیا ہے؟ اچھی بات کرے، بری بات سے رکے، اچھی بات کا حکم کرے عمل نیک کرے اور دوسروں کو نیکی کی ترغیب دے، برے عمل سے بچے اور دوسروں کو بچائے۔

فلاح کے کتنے اسباب اختیار کیے ہیں؟

ارشاد فرمایا، قرآن پاک میں فرمایا گیا۔
قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ[1] بالتحقیق ان مسلمانوں نے فلاح پائی

لیکن ہر مؤمن نہیں
اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ[2] جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں

اس میں دو باتیں بتلائی گئیں، ایک تو جو نماز پڑھنے والے ہیں، بے نمازی تو فلاح سے نکل گئے، کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو فلاح نہیں، فلاح نہیں، تو دیکھنا چاہئے کہ اکثر نمازی ہیں یا بے نمازی، خود فیصلہ کرو اگر فلاح نہیں ملتی ہے تو خود مجرم اور خطاوار ہے، اور پھر دوسری بات یہ کہ ہر نمازی کو بھی فلاح حاصل نہیں بلکہ
فِیْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ[3] جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔

خشوع کا حاصل یہ ہے کہ دل کو متوجہ رکھے، اب دیکھنا چاہیئے کہ نماز پڑھنے والے کتنے ہیں؟ پھر یہ کہ ان میں کتنے ہیں جو خشوع سے اور قاعدے سے نماز پڑھتے ہیں، ہر شخص خود ہی فیصلہ کرلے، ہر شخص خود اپنا حال جانتا ہے، اسی سے اندازہ ہو جائے گا کہ ہم نے فلاح کے کتنے اسباب اختیار کر رکھے ہیں؟

شخصی بے اصولی کے اثرات

ارشاد فرمایا، ایک شخص کی غلطی اور بے اصولی سے

---

[1] پ۱۸ ع۱ [2] پ۱۸ ع۱ [3] پ۱۸ ع۱

بعض دفعہ بہت لوگوں کو نقصان ہوتا ہے کوئی فائدہ پہونچنے والا ہوتا ہے تو اس سے محروم ہوجاتے ہیں مثال کے طور پر ایک طالب علم نے غلطی کی، جان بوجھ کر غلطی کی اور اس پر مواخذہ ہوا، تنبیہ کی گئی پھر تنبیہ پر تلافی نہ کی تو اخراج کی نوبت آگئی تو یہ سبب بن جاتا ہے پھر نہ پڑھنے کا، حافظ ہوتا، عالم بن جاتا تو بڑا فیض پہونچتا، ہزاروں لاکھوں آدمیوں کو فائدہ پہونچتا، ایک غلطی کی وجہ سے، اتنے سارے لوگ محروم ہوگئے، اسی کے ساتھ پھر یہ بھی ہے کہ اس کی غلطی و بے اصولی سے والدین کو تکلیف، اس کے دوستوں کو تکلیف، بھائی کو تکلیف، اساتذہ کو تکلیف، کتنوں کو تکلیف پہونچتی ہے، اس لئے غلطی سے بچئے، گناہ سے بچئے، یہ تو ایک طالب علم کی بے اصولی کے نتائج ہیں۔ لیکن اگر کوئی بڑا ذمہ دار غلطی کرے تو پھر اس کے اثرات کتنے ہوں گے اور کتنوں کو نقصان پہونچے گا۔

یہ واقعہ پہلے بھی بتلایا گیا تھا کہ کویت ایک ملک ہے اور اس کے قریب عراق ہے عراق میں کیا کیا شہر ہیں؟ بصرہ، بغداد، کربلا وغیرہ ہیں، یہ سب عراق میں ہیں، مختصر یہ کہ وہاں کے جو خادم تھے صدام صاحب انھوں نے کویت پر قبضہ کرلیا اب لوگ جمع ہو گئے سمجھایا کہ آپنے یہ کیا کیا؟ اس کو چھوڑ دو لیکن وہ نہیں مانے آخر زبردستی اگر کوئی کسی کے مکان پر قبضہ کرے تو ظاہر ہے کہ پہلے تو اس سے کہا جائے گا خالی کردو، نہیں تو پھر پولس کے ذریعہ نکال دیں گے۔ چنانچہ پہلے سمجھایا گیا، کہا گیا، نہیں مانے تو اب جنگ کی جارہی ہے، تو جنگ ان کے یہاں ہو رہی ہے اتنی دوری پر اور ہندوستان کا اس سے کوئی ضابطہ کا تعلق نہیں ہے مگر اس جنگ کا اثر یہاں پر بھی پڑ رہا ہے، یہاں والوں کو تکلیف پہونچ رہی ہے ایک کی بے اصولی کی وجہ سے پٹرول کی کمی ہونا شروع ہوگئی، ریلیں بند ہو رہی ہیں، لاکھوں، کروڑوں، اربوں آدمیوں کو نقصان پہونچا

چھوٹے بڑے کے اثر کو قبول کرتے ہیں

یہاں سے مجھے ایک بات اور بتانی ہے وہ یہ کہ کوئی بڑا شخص ہو اس میں کچھ خرابی آئے گی تو اس کے چھوٹوں میں بھی خرابی آنا شروع ہو جائے گی اس لئے کہتے ہیں کہ انسان کے اعضا

جو ہیں یہ خادم ہیں، سب کا بڑا دل ہے، سب سے بڑا جسم میں دل ہے، دل اگر ٹھیک ہو جائے تو تمام اعضا ٹھیک ہو جائیں، دل اگر بیمار ہے تو تمام اعضا بیمار ہو جائیں، دل میں اللہ کی محبت ہو، اللہ کا خوف ہو تو پھر سارا معاملہ ٹھیک ہو جاتا ہے، دل بن جائے تو پھر ہاتھ بھی قاعدہ کے موافق اچھے کام کرنے لگ جائے، اسی طرح دوسرے اعضا کا بھی معاملہ ہو جائے گا، اسی لئے ضرورت ہے کہ دل میں اللہ کی محبت پیدا ہو اور اس کا خوف ہو۔

محبّتِ الٰہی کے حصول کا طریقہ

اب اس کا طریقہ یہی ہے اور سہل طریقہ ہے کہ بتکلف ہمت کر کے سنت پر عمل شروع کرے، اہل اللہ، اللہ والوں کی صحبت اختیار کرے، اسی لئے یہاں مدرسہ میں عصر بعد مسجد میں نظام رکھا گیا ہے، مسجد میں تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ کچھ دیر کے لئے اساتذہ کی، علما کی، صلحا کی صحبت ملے گی، آپس میں بیٹھنے سے بھی فائدہ ہوتا ہے ایسے ہی عصر کے بعد مغرب سے تھوڑی دیر پہلے کا نظام کہ مجلس میں بزرگوں کی باتیں سنائی جاتی ہیں تاکہ دل بن جائے، اور دل بنا تو سارا کام بن گیا ایسے ہی قرآن پاک پڑھنے کا معمول بناؤ اس کا اہتمام کرو کیونکہ یہ دل کو سنوارنے والا ہے اس لئے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ دل کو زنگ لگ جاتا ہے تو صحابہ نے پوچھا کہ اس کا بناؤ اور اس کی درستگی کا کیا طریقہ ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت کو کثرت سے یاد کرنا اور تلاوت قرآن پاک کرنا۔[1] یہ اس لئے بتایا کہ ایک دل کی خرابی سے کتنے نقصانات ہو رہے ہیں؟ معدہ جب خراب ہو جاتا ہے تو سارے جسم پر اس کا اثر پڑتا ہے، ایسے ہی دل کی بیماری کا معاملہ ہے کہ دین کے لحاظ سے تمام اعضا بیکار ہو جاتے ہیں اس لئے اصل فکر کی چیز دل کی اصلاح ہے، بس یہی ایک بات کہنی تھی مختصرًا۔

حفظِ قرآن بہت بڑی نعمت ہے

ارشاد فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں انھیں میں سے بہت بڑی نعمت یہ ہے کہ جو چیز معجزہ ہے اور ایسا معجزہ جو قیامت تک باقی رہنے والا ہے اس کو اللہ تعالیٰ

---

[1] مشکوٰۃ شریف ۱/۱۸۹

نے اپنے بندوں کے دلوں میں اتارا، اس کی حفاظت کی صورت ظاہر فرمادی، فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ [۱] ہم نے قرآن پاک کو اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

حفاظت کبھی ہوتی ہے اسباب کے ساتھ، کبھی بغیر اسباب کے، اسباب مقرر کردئے اس کی حفاظت کے، لوگوں کو حکم دے دیا اس کے پڑھنے پڑھانے اور یاد کرنے کا، لوگوں کے دلوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ صلاحیت پیدا کر دی کہ وہ قرآن پاک کو محفوظ کریں، اس کے پڑھنے کو محفوظ کریں، اس کے اعمال کو محفوظ کریں، اس لئے بھائی یہ بہت بڑی نعمت ہے۔

عامل بالقرآن کی فضیلت

جس کے دل میں قرآن پاک اترے، اس میں جو حکم ہے اس پر عمل نہ کرے تو کتنی بڑی محرومی ہے، اس لئے فرمایا انعام جو ملے گا قرآن پاک پڑھنے والے کو، ناظرہ پڑھ رہا ہے تو اس کے ماں باپ کے سر پر تاج رکھا جائے گا کہ جس کی روشنی سورج کی روشنی سے زیادہ ہوگی وہ کس کے لئے؟ جو عمل کرے، جو حافظ ہو جائے گا اور عمل کرے گا تو وہ اپنے دس اعزا واقربا کو جنت میں لے جائے گا، خود بھی جنت میں جائے گا، کتنا بڑا درجہ ہے، ایک تو یہ بات تھی۔

صلاحیت بتدریج بڑھتی ہے

دوسری بات یہ کہ انسان جس کام میں لگتا ہے شروع میں تو طاقت کمزور ہوتی ہے، پھر ہلکے ہلکے بڑھتی چلی جاتی ہے، وہ بچہ جس کو پہلے ایک حرف یاد کرنا مشکل تھا، اب وہ ایک ہزار حرف ایک دن میں پڑھ لیتا ہے، اس سے بھی زیادہ یاد کر لیتا ہے، پڑھ ہی نہیں لیتا بلکہ زبانی یاد کر لیتا ہے تو ہزار گنی سے بھی زیادہ طاقت ہو جاتی ہے، ایسے ہی اور چیزوں میں بھی انسان کی صلاحیت کا معاملہ ہے۔

---

[۱] پ ۱۴ ع ۱

حسد کا نقصان اور اس کا علاج

انسان اپنی نیکی اور صلاحیت میں چاہے تو اس میں بھی ترقی کر سکتا ہے، بس اس کی فکر چاہیئے کہ نیکی میں ایک دوسرے سے بڑھیں، اور اگر کوئی نیکی کر رہا ہے اس کی نیکی کو دیکھ کر اگر تکلیف ہوتی ہے، جلن ہوتی ہے تو اسے یہ بیماری حسد کی ہے، دینی ترقی، مالی ترقی، دنیا کی ترقی، بہرحال اس کی کسی قسم کی ترقی سے دل میں جلن ہو تو یہ حسد ہے، اس کو آپ جانتے ہیں، اس کا علاج کیا ہے؟ اس کے لئے بہت عمدہ نسخہ ہے کہ اس پر اگر ہمت کر کے عمل کرے تو پھر انشاء اللہ بہت جلد نفع ہوگا، زیادہ نہیں صرف سات باتوں کا اہتمام کرے ۱. جس سے حسد ہے اس سے سلام میں سبقت کرے۔ ۲. جب کہیں سفر میں جائے آئے تو اس سے مصافحہ کرے، ۳. اس کے لئے تحفہ لائے۔ ۴. اس کی دعوت کرے۔ ۵. اس کے لئے دعا کرے کہ اس کی نعمت میں ترقی ہو۔ ۶. اس کی تعریف بیان کرے۔ ۷. اپنے دل میں یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ نعمتیں دی ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ اس سے یہ نعمت چلی جائے تو یہ اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کرنا ہوا، ظاہر ہے کہ یہ بڑی خطرناک بات ہے، خلاصہ یہ کہ حسد سے بچے، حسد نیکیوں کو اس طرح کھا لیتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا لیتی ہے، بڑی خطرناک بیماری ہے، اس کا جو علاج ہے اس پر ہمت کر کے عمل کرے تو انشاء اللہ تھوڑے ہی دن میں نفع ہونا شروع ہو جائے گا۔

تلاوت قرآن پر بھی دعا قبول ہوتی ہے

یوں تو بھائی مشہور ہے سبھی اور سبھی جانتے ہیں کہ ختم قرآن پاک کے بعد دعا قبول ہوتی ہے لیکن تلاوت قرآن پاک کے بعد بھی دعا قبول ہوتی ہے [۱] یہ کم لوگوں کو معلوم ہے، ایک رکوع پڑھا، دو رکوع پڑھا، یا جو معمول ہو تلاوت کا، اس کے بعد دعا کرنا چاہیے۔

اپنوں کا خیال زیادہ رکھنا چاہیئے

ارشاد فرمایا. مسلمان وہ ہے جس سے کسی کو کسی قسم کی اذیت نہ پہونچے، اس کا خیال رکھنا چاہیئے اس سلسلہ میں ہم ایک کمی کرتے ہیں کہ اپنے اعزا و اقربا گھر والے متعلقین کی راحت کا سہولت کا خیال

---

[۱] ترمذی

نہیں رکھتے، حالانکہ شریعت کی تعلیم ہے کہ دوسروں کی سہولت وراحت کا خیال رکھا جائے تو جو اپنے ہیں اُن کی سہولت کا اور زیادہ خیال رکھنا چاہئے، اُن کے اوپر اتنا بار، اتنا بوجھ مت ڈالو جو اُن کے تحمل سے زیادہ ہو، جانور کے لئے حکم ہے کہ گالی مت دو اور اتنا بوجھ مت لادو جو اس کے تحمل سے باہر ہو تو جب جانور کے لئے یہ حکم ہے اور اس کی اتنی رعایت رکھی ہے تو پھر انسانوں کے لئے وہ بھی اپنوں کے لئے اس معاملہ میں کتنا خیال رکھنے کا حکم ہوگا۔ خود ہی اندازہ کرلینا چاہئے۔

دینی احکام بقدر تحمل ہیں

بوجھ پر ایک بات یاد آئی، کیوں بھائی ایک شخص کار بناتا ہے' ٹرک بناتا ہے تو اس کے لئے وہ تجویز کرتا ہے کہ اس میں اتنا بوجھ ہونا چاہئے، اس کو اتنی رفتار سے چلانا چاہئے، اس سے زیادہ اگر لاد دگے تو گاڑی کو نقصان پہونچ جائے گا، خراب ہو جائے گی، تو انسان مشین بنائے اس کے لئے حدود مقرر کردے کہ یہ ہے، یہ ہے، اس طرح کرو، اس طرح کرو، اس کے خلاف کروگے تو خطرہ ہوگا تو اس کو کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ یہ مشین کے ساتھ زیادتی ہے، بلکہ کہتے ہیں کہ یہ اصول وضوابط اس کے لئے مفید ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو بنایا اس کے لئے جو احکام تجویز کریں گے تو کیا طاقت سے زیادہ ہوں گے؟ ہم تو اپنے بچے سے جو دو برس، تین برس کا ہو اس سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ پانی سے بھری ہوئی بالٹی اٹھاکر لاؤ اگر کہیں گے تو لوگ احمق کہیں گے، کہ دیکھو تو ایسے بچہ سے اس کو اٹھانے کے لئے کہہ رہے ہیں، جب ہم اپنی بنائی ہوئی مشین سے کام طاقت سے زیادہ نہیں لیتے، اپنے بچے سے کام تحمل سے زیادہ نہیں لیتے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو ایسے کام کا حکم کیسے دے سکتے ہیں جو اس کی طاقت سے زیادہ ہو؟ سوچنا چاہئے، اسی کو فرمایا گیا۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؎ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت میں ہو

؎ پ ۳ ع ۸

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جتنے احکام مقرر کیے ہیں وہ تحمل کے موافق ہیں، اگر ہم اس کے موافق معاملہ نہیں کر رہے ہیں تو یہ ہماری کمی کی بات ہے، خواجہ صاحب رح نے اسی مضمون کو اپنے الفاظ میں ظاہر کیا ہے ؂

تجھ کو جو چلنا طریق عشق میں دشوار ہے　　تو ہی ہمت ہار ہے ہاں تو ہی ہمت ہار ہے
ہر قدم پر تو جو رہرو کھا رہا ہے ٹھوکریں　　لنگ خود تجھ میں ہے ورنہ راستہ ہموار ہے

ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنا چاہیئے

ارشاد فرمایا، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو آپ اتنی چپکے سے سلام کرتے کہ سوتے ہوں تو آنکھ نہ کھلے اور جاگتے ہوں تو سن لیں، اتنی رعایت کرتے تھے اپنوں کی، عجیب معاملہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے چھوٹوں کی اتنی رعایت فرماتے تھے، اور آج ہمارا کیا معاملہ ہو گیا کہ جو بڑے ہیں عمر کے اعتبار سے، رشتہ کے اعتبار سے عمل کے اعتبار سے ہم ان کی راحت کی بھی فکر نہیں کرتے، الاماشاء اللہ ، ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ ہمارا مقصد پورا ہو جائے، یہ کیا چیز ہے؟ کہاں بڑے چھوٹوں کی رعایت کرتے تھے، اور اب چھوٹے یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا کام ہونا چاہیئے، ہمارا مقصد پورا ہونا چاہیئے، چاہے بڑوں کو تکلیف ہی ہو یہ غلطی کی بات ہے، ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنا چاہیئے۔

دعا کی حقیقت کیا ہے؟

ارشاد فرمایا۔ دعا بڑی چیز ہے، آج ساری دنیا کا کام حقیقتِ دعا پر ہو رہا ہے گو صورۃً نہ ہو۔ دعا کی حقیقت کیا ہے؟ جس کے اختیار میں چیز ہے اس سے عرض و معروض کرنا۔ کسی شخص کو ضرورت ہو منٹ کی، ملازمت کی یا اور کسی چیز کی تو وہ درخواست دیتا ہے اس کی خانہ پری کرتا ہے پھر یہ کہ وہ جس کے اختیار میں ہے وہاں سفارشات پہونچاتا ہے، خود جا کر عرض و معروض کرتا ہے دیکھئے ریلوے کے کنڈکٹر ہوتے ہیں ان کے اختیار میں جگہ دینا ہے کتنے لوگ ان کے پیچھے

لگتے ہیں تو دعا کا حاصل یہ ہے کہ جس کے اختیار میں چیز ہے اس سے عرض و معروض کرے ہم نے دعا کرنا، مانگنا چھوڑ دیا دعا وہ چیز ہے کہ بڑی سی بڑی مصیبت ٹل جاتی ہے، بڑی سی بڑی آسانی و سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔

جملہ مقاصد کے لئے دعا کا طریقہ

دعا کا اہتمام کرے فرائض کے بعد دعا قبول ہوتی ہے، دو رکعت نفل نماز پڑھ کر دعا کرے، کوئی مقصد ہو، کوئی حاجت ہو، یومیہ نفل پڑھ کر دعا مانگی جائے، انشاء اللہ بڑی جلد مشکلیں آسان ہو جائیں گی کتنے لوگ اس عمل کی بدولت حج کر آئے، بعضوں کو بڑی جلدی حج ہو گیا، کسی کو تین سال میں، کسی کو دو سال میں، کسی کو ایک سال میں، دو رکعت نفل یومیہ پڑھنا اور دعا مانگنا، بار بار جب بچہ مانگتا ہے تب آپ توجہ کرتے ہیں سائل حاجت مند بار بار آ کر عرض کرتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ سے مانگتا رہے، دعا کرتا رہے۔

دعا تو دل کی پکار ہے

ہاں دعا کے سلسلے میں ایک بات اور بھی ہے کہ دعا اہتمام اور توجہ سے کرے، دل کو متوجہ رکھے، قلبِ غافل کی دعا قبول نہیں ہوتی، دعا تو دل کی پکار ہے، کوئی ہاتھ پھیلائے، زبان سے کہے، اور دل کہیں اور ہو تو وہ دعا نہیں ہے دعا کی صورت ہے، اس کی مثال میں عرض کرتا ہوں، دیکھو بھائی، ایک شخص نے حاکم کے پاس ایک درخواست لکھی اور وہ بہت عمدہ ٹائپ ہے، کاغذ بھی اچھا ہے، القاب و آداب ہیں ٹکٹ لگا کر پیش کیا، لیکن جب درخواست دینے کا وقت آیا، تو حاکم کے سامنے درخواست پیش کی اور منہ پھیر لیا تو کیا ہوگا؟ اس کی درخواست منظور ہو جائے گی یا کہا جائے گا کہ بڑا گستاخ اور بے ادب ہے کہ درخواست حاکم کے سامنے پیش کرنے کا سلیقہ بھی نہیں آتا، اسی طرح دعا میں بھی بھائی اگر قلب غافل ہے اور دل کہیں اور ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسی دعا قبول نہیں کی جاتی۔ اس لئے دعا کرے، دل کو متوجہ رکھے۔

حسبِ موقع دعا کی جائے

جیسا موقع ہو اسی کے اعتبار سے دعا کرے، وقت

تھوڑا ہے تو تھوڑی دعا، اور موقع ہے تو طویل دعا کرے، الحمد شریف میں بہت چھوٹی دعا بتلائی گئی ہے
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ[1] اے اللہ ہم کو سیدھے راستہ پر چلائیے۔
کتنی مختصر اور جامع دعا ہے۔

وہ نہ چاہیں تو کچھ نہیں ہوسکتا

ہدایت اللہ تعالیٰ کے قبضہ وقدرت میں ہے، اس وقت جو روشنی اور نور پھیلا ہوا ہے وہ پاور ہاؤس کے قبضہ میں ہے کہ نہیں؟ جس کو چاہے جب چاہے نور دیدے، جب چاہے اندھیرے میں مبتلا کر دے، ایسا ہے کہ نہیں؟ بٹن دباتے ہیں تو نور ملنا ضروری نہیں، وہاں سے اگر تعاون نہیں، ایسے ہی ہدایت چاہتے ہیں تو وہاں سے جب فضل ہوگا، تعاون ہوگا تو ہدایت ملے گی، ہدایت ان کے قبضہ میں ہے ہم اپنے گھر میں جو چاہے ہر ایک کو نہیں آنے دیتے ایک شخص کار میں بیٹھنا چاہتا ہے لیکن مالک کار کا دروازہ نہیں کھولتا، تو کیا اس میں بیٹھ جائے گا؟ ایسے ہی جو مالک ہے سارے جہاں کا بغیر اس کے فضل کے کیسے کام ہوسکتا ہے؟ جب تک وہ نہ چاہیں کچھ نہیں ہوسکتا۔

چھوٹے کی کامیابی کا راستہ

ہر چھوٹا اسی وقت کامیاب ہوگا جب بڑے کی مدد اس کے ساتھ ہوگی، پاور ہاؤس ہمارا بڑا ہے اس لحاظ سے کہ اس سے روشنی لے رہے ہیں، اگر اس کی مدد نہیں ہوگی تو ہمارا نہ پنکھا چل پائیگا نہ ہمارا کوئی کام ہو پائے گا، سارے کارخانے بند ہو جائیں گے، اور ایسے موقع پر خطرہ ہے کہ کہیں چوری ڈکیتی نہ ہو جائے، جیب نہ کٹ جائے، دکان کا سامان نہ اٹھ جائے، کیوں؟ پاور ہاؤس کی مدد نہیں، پاور ہاؤس کی مدد ہے تو دیکھئے کتنا نور پھیلا ہوا ہے، آرام وراحت سے لوگ زندگی گذار رہے ہیں، ایسے ہی اللہ کی نصرت جب ہوتی ہے تو چین وراحت سے آدمی زندگی گذارتا ہے، ان کی مدد نہ ہو تو کچھ نہیں ہوسکتا۔

---

[1] پ ۱ ع ۱۔

حرکت میں برکت ہے

ارشاد فرمایا۔ جو حرکت کرتا ہے مقصد تک پہونچ جاتا ہے، حرکت کرنے والا آگے نکل جاتا ہے، انجن کو دیکھئے حرکت کرتا ہے، کہاں سے کہاں تک پہونچ جاتا ہے لیکن جو حرکت کرنے والے کے تابع ہو جائے وہ بھی ساتھ ساتھ وہیں پہونچ جاتا ہے۔ ڈبے اس کے تابع بن گئے ہیں وہ بھی پہونچ جاتے ہیں، ایسے ہی جو لوگ اچھے ہیں، اعمالِ صالحہ کرنے والے ہیں ان سے ربط و تعلق رکھے تو کیا ہوگا؟ ظاہر ہے کہ جہاں وہ پہونچیں گے وہیں انشاء اللہ یہ بھی پہونچ جائے گا، تابع بنے، چنانچہ حدیث میں ہے:

المرأ مع من احب [1] — انسان کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے

ولایت کا مختصر راستہ

ارشاد فرمایا۔ جیسے کسی کا مکان ہو اور اسے وہاں جانا ہو تو عموماً مکان کی طرف جانے کے لئے کئی راستے ہوتے ہیں، بعض تو جلدی پہونچنے کے ہوتے ہیں یعنی ان سے فاصلہ مختصر ہوتا ہے بعض دیر میں پہونچنے کے ہوتے ہیں کہ فاصلہ اس سے طویل ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ کا ولی بننا یہ ہر مومن کی خواہش ہوتی ہے تو ایک تو ولی بننے کا راستہ ہے طویل وہ یہ کہ احکام کی پابندی یعنی مامورات پر عمل کرنا اور ہر گناہ سے بچتے رہنا اور ایک دوسرا راستہ جو کہ نہایت مختصر ہے وہ حج اور رمضان شریف ہے، حج تو ہر ایک کو میسر نہیں ہوتا، مگر رمضان شریف یہ ہر ایک کو میسر بھی ہے اور آسان بھی ہے مگر اس کے روزے قاعدے سے رکھے۔

ذکر کا اہتمام اور گناہ سے پرہیز رکھے

رمضان شریف میں کرنے کی چیزوں میں سے ایک تو یہ ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی کثرت رکھے یہ بہت آسان ہے، اور ہر ایک کو یاد بھی ہے، لہٰذا اس کا اہتمام رکھے، اٹھتے بیٹھتے جب

---

[1] مشکوٰۃ ۲/۴۲۶

بھی یاد آجائے اس کو پڑھتا رہے، جب بھی فرصت کا وقت ملے ذکر اللہ کا اہتمام کرے ، انشاء اللہ اس کا فائدہ ہوگا، افضل ذکر تو چپکے چپکے ہی ہے، اسی طرح دعا بھی چپکے افضل ہے اور ایک ہے چھوڑنے کی چیز وہ ہے گناہ، ویسے تو گناہوں سے بچنا بہ ہمیشہ مطلوب ہے ، مگر خصوصیت کے ساتھ رمضان شریف میں اس سے بچنے کا اہتمام کرے دوسرے یہ ہے کہ کم بولے ، کم بولنا یہ بھی ہمیشہ مطلوب ہے ۔ مگر خصوصیت سے رمضان شریف میں اس کے اہتمام کی ضرورت ہے ، کیونکہ زیادہ بولنے سے طاعت کا نور نکل جاتا ہے، انشاء اللہ ایک مہینہ اس پر پابندی کرے تو ولی بن جائے گا۔

روحانی شفا کے لئے ماہِ مبارک ہے

رمضان شریف میں شیطان تو بند ہوجاتا ہے اور نفس تنہا رہ جاتا ہے لہٰذا اب اس کو روزے کے ذریعہ سے اپنا تابع بنا لیا جائے ، جیسے جسمانی مرض کے علاج کے لئے پہاڑوں پر چلے جاتے ہیں اور وہ آسان لگتا ہے ، کوئی پریشانی محسوس نہیں ہوتی ہے اسی طرح رمضان المبارک میں روحانی مرض کی شفا کے لئے بھی اہتمام کی ضرورت ہے ۔

روزہ ایک خاص عبادت ہے

ارشاد فرمایا ۔ جیسے نماز دین کا ایک ستون ہے ، زکوٰۃ ایک ستون ہے ، اسی طرح ایک ستون روزہ بھی ہے روزہ جو ہے یہ ایک خاص عبادت ہے ، کیونکہ اور عبادتوں کا تو پتہ چل جاتا ہے ، جیسے زکوٰۃ دیتے وقت پتہ چل جاتا ہے کہ نہیں؟ حج کا احرام باندھتے ہی پتہ چل جاتا ہے، اور نماز کا بھی پتہ چل جاتا ہے کہ اس نے نماز پڑھی ہے لیکن اگر روزہ رکھا ہو تو پتہ نہیں چلتا ہے، اگر کوئی روزہ دار نہ بھی ہو، اور وہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں تو اسے جھٹلا نہیں سکتے ، روزہ دار ہونے یا نہ ہونے کی بجز اللہ کے کسی کو خبر نہیں ہوتی ۔

کام دو وجہوں سے ہوتا ہے

یہ روزہ وہی رکھے گا جس کو اللہ تعالیٰ سے محبت یا اس سے ڈر ہو، کیونکہ کام دو وجہوں سے ہوتا ہے

یا تو انڈے ملیں گے کھانے کے لئے' اگر کام نہیں کریں گے تو پھر ڈنڈے ملیں گے۔ کام یا محبت کی وجہ سے ہوتا ہے یا خوف کی وجہ سے، روزہ نہ رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں گے کہ جیل خانہ میں نہ بھیج دیئے جائیں، تو روزہ وہی رکھے گا جس کو اللہ تعالیٰ سے پوری محبت ہو یا اللہ تعالیٰ سے پورا ڈر ہو، بعض لوگ روزہ تو رکھتے ہیں مگر ان سے بعض گناہ بھی ہو جاتے ہیں تو یہ نشانی ہے کہ ان میں محبت یا ڈر کی کمی ہے، جتنی محبت یا ڈر ہونا چاہئے اگر اتنا دونوں ہوں تو پھر بھائی' گناہ نہیں ہوتے۔

روزے کی خاصیت

روزہ کی خاصیت یہی ہے کہ اگر ڈر کم ہو، اللہ کا خوف کم ہو تو اس کو بھی بڑھا دے، اور اگر اللہ کی محبت میں کمی ہو تو اس کو بھی بڑھا دے، عظمت و محبت کے کام کرنے سے عظمت و محبت پیدا ہوتی ہے، ہر چیز کا اثر پڑا کرتا ہے' اس لئے روزہ رکھنے سے اس کا بھی اثر پڑے گا۔ لہذا ہمت کر کے روزہ رکھے اور گناہ سے بچے، انشاء اللہ اس کی برکت سے قوت پیدا ہو جائے گی، جب اللہ کا خوف و محبت پیدا ہو جائیں تو پھر کیا کہنا ہے، انسان ولی اللہ بن جائے گا۔ دین میں مضبوطی ہوگی، روزہ رکھنے کی وجہ سے دین میں مضبوطی پیدا ہوگی

گناہ ہونے پر فوراً توبہ کرے

بعض مرتبہ ایسا ہو جاتا ہے کہ ناواقفیت کی وجہ سے انسان سے گناہ ہو جاتے ہیں اس لئے بھائی' فوراً توبہ کرے، دو رکعت نماز پڑھے اور توبہ کرے، بہت عمدہ چیز ہے۔ ایسے ہی روزہ رکھے گا تو گناہ کم ہوں گے' روزہ کی برکت سے طاقت و قوت پیدا ہوگی۔

روزے سے خاص قسم کی قوت آجاتی ہے

بعض لوگ روزہ بہت پابندی سے رکھتے ہیں، کوئلہ والا انجن چلاتے ہیں مگر روزہ رکھتے ہیں، بہت سے رکشہ چلاتے ہیں پھر بھی روزہ رکھتے ہیں، مزدوری و معماری کرتے ہیں پھر بھی روزہ رکھتے ہیں، ان سے سبق لینا چاہئے۔ یہ روزہ کی برکت ہے کہ انسان کے اندر ایک خاص قسم کی طاقت و قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ برے کاموں سے بچنے کی ہمت ہو جاتی ہے، اچھے

کاموں کے کرنے کی قوت پیدا ہوجاتی ہے۔

رمضان میں ہر نیکی کا ثواب بڑھ جاتا ہے

ارشاد فرمایا۔ رمضان شریف میں ہر نیکی ستر گنا بڑھ جاتی ہے، تلاوت کرنے پر ایک حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں اور رمضان شریف میں جب ستر گنا زیادہ ہوجائیں گی تو حساب لگائیے کہ کتنا ثواب ملے گا، سات سو کے قریب نیکیوں کا ثواب مل جائے گا یہ کتنا بڑا انعام ہے، اور یہ کتنی بڑی نعمت ہے؟ رمضان کے روزے اگر قاعدے سے رکھ لے جیسا کہ اس کا حکم ہے تو پھر اللہ کا ولی بن جاتا ہے۔

ہر انسان کے دو دشمن ہیں

نیک کام کرنے میں انسان کے دو دشمن ہیں ایک شیطان یہ کتنا بڑا دشمن ہے؟ اور دوسرے نفس یہ کتنا بڑا دشمن ہے؟ یہ سب سے بڑا دشمن ہے، جب نفس ٹھیک ہوجاتا ہے تو پھر اشاروں پر چلتا ہے جیسے کار اشاروں پر چلتی ہے، ایک لال بتی ہوتی ہے، ایک ہری بتی، لال بتی گناہ ہے، ہری بتی مباحات ہیں، لال بتی منکرات ہیں، اور ہری بتی معروفات ہیں، اور یہ کھلی ہوئی نشانی ہے کیونکہ دیکھ لیجئے رمضان سے پہلے مغرب میں عشا میں، فجر میں کتنے لوگ آیا کرتے تھے؟ دوسری صورت میں دیکھئے، جب رمضان کی پہلی تاریخ آئی تو تعداد بڑھ گئی ایک دشمن کے قید ہونے کی وجہ سے، اور اب دوسرے دشمن کو تابع کرنا آسان ہے کہ جب روزے قاعدے سے رکھ لے تو ہمیشہ کے لئے دوسرا دشمن مغلوب ہوجاتا ہے یہ علاج کا طریقہ ہے۔

نیکی کا ثواب بقدر اخلاص ہوتا ہے

دنیا ہی میں دیکھو ایک بیج سے کتنے بیج تیار ہوجاتے ہیں، اسی طرح انسان کے اخلاص کے اعتبار سے اس کی نیکی بھی بڑھتی رہتی ہے، جس درجہ کا اخلاص ہوتا ہے اسی اعتبار سے نیکیاں بڑھتی رہتی ہیں، یہاں تک کہ ایک نیکی سات سو نیکیوں کے برابر ہوجاتی ہے۔

روزہ کا بدلہ میں خود دوں گا

مگر روزہ کا معاملہ اس سے بڑھ کر ہے، غور کرو اگر کوئی کسی

کے پاس تحفہ بھیجے کسی کے ذریعہ تو یہ کتنی قابل قدر ہے، لیکن اگر حاکم یا افسران، وزراء خود اپنے ہاتھوں سے دے دیں تو اس کی اہمیت کتنی بڑھ جاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں روزے کے متعلق کہ روزہ صرف میرے لئے ہے اور اس کا بدلہ میں خود دوں گا، یہ کتنی بڑی چیز ہے؟ اور یہ اس لئے ہے کہ اور عبادات ہیں مثلاً نماز ہے دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ نماز پڑھ رہا ہے، زکوٰۃ ہے اگر کسی کو دے گا تو معلوم ہو جائے گا کہ ہاں یہ زکوٰۃ دینے والا ہے، اور حج میں تو سب کو معلوم ہو جاتا ہے، لیکن روزے کا پتہ نہیں چلتا روزہ وہی شخص رکھے گا جس کو اللہ سے محبت ہوگی، یا اللہ کا خوف ہوگا، اس لئے روزہ کے لئے یہ خصوصی معاملہ ہے۔

خیانت کے گناہ سے بچ جائے گا

ارشاد فرمایا۔ مفتی عنایت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اپنے پاس دو قلم دان رکھا کرتے تھے، ایک اپنے ذاتی کاموں کے لئے، اور ایک مدرسہ کے کاموں کے لئے۔ جب کوئی ذاتی کام کرتے تھے تو وہی قلم دان استعمال کرتے جو ان کے ذاتی کاموں کے لئے تھا، اور جب مدرسہ کا کوئی کام کرتے تھے تو دوسرا مدرسہ والا قلم دان استعمال کرتے تھے، مدرسہ کے قلم دان سے ذاتی کام بھی نہیں کرتے تھے، اسی لئے ہم نے اپنے یہاں خدام دفتر سے بھی یہی کہا ہے کہ آپ لوگ بطور تبرع کے روشنائی و قلم وغیرہ کا تحمل خود کریں اس کا اجر ملے گا جس کو سب نے بخوشی منظور کر لیا ہے، کہاں تک الگ الگ رکھیئے گا، بس اپنا ہی قلم دان دونوں کاموں میں استعمال کریں، اس سے مدرسہ و مرکز کو فائدہ ہوگا، مدرسہ کے مفاد اور ضرورت کے لئے جو کام ہو وہ بھی چندہ ہی کی ایک صورت ہے کیونکہ چندہ کئی طریقے سے ہوتا ہے اور دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ آدمی خیانت کے گناہ سے بچ جائے گا۔

جس مدرسے سے تعلق ہو اس میں چندہ بھی دے

ارشاد فرمایا۔ جن جن مدرسوں میں ہم پڑھا رہے ہیں یا ہم وہاں پڑھ رہے ہیں کیا ہم اس مدرسہ کو چندہ بھی دیتے ہیں؟ نہیں دیتے ہیں تو دینا چاہئے تھوڑا ہی سہی، دس روپیہ، بیس روپیہ، نہ سہی پچاس پیسے ایک روپیہ ہی سہی، دینا چاہئے تاکہ اگر کوئی آپ سے

پوچھے کہ بھائی تم کیا مدرسہ کو چندہ دیتے ہو تو کم از کم کہہ سکے کہ ہم بھی دیتے ہیں اپنی وسعت کے مطابق، اگر آپ چندہ نہ دیتے ہوں پھر وہ پوچھ لے تو پھر یا تو جھوٹ کہنا پڑے گا اس کا گناہ الگ یا پھر اگر سچ کہیں تو وہ کیا کہے گا؟ کہ ساری دنیا کے لوگ تو چندہ دیتے ہیں مگر آپ لوگ دیتے ہی نہیں، اسی لئے ہم نے اپنے یہاں یہی کہہ رکھا ہے کہ تھوڑا بہت ضرور چندہ دیا کریں، ماشاء اللہ اساتذہ وغیرہ دیتے ہیں بھاگلپور وغیرہ کے سلسلہ میں جو چندہ کیا گیا تھا تو ہم نے الگ سے کچھ پیسہ وغیرہ چندہ کر کے دیا تھا کہ یہ مدرسہ کے اساتذہ وطلبہ کی جانب سے ہے معاشرہ میں اس کا اچھا اثر پڑتا ہے صدقہ کرنے سے برکت ہوتی ہے۔

اصل چیز تو یہ ہے کہ کار خیر میں ہر نوع کی خیر ہونی چاہیے، بدنی تعاون، یا مالی تعاون جس کا جس وقت موقع ہو اس لحاظ سے معاملہ کرے، اس لئے کہ صدقہ دینے سے مال میں کمی نہیں ہوتی بلکہ اور زیادہ برکت ہو جاتی ہے، حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہ کا معمول بتلایا تھا کہ ہدایا اور تحائف میں سے جو رقوم ہوتیں اس سے چوتھائی رقم امورِ خیر میں صرف کرتے تھے۔

تھوڑا بہت ضرور صدقہ کرے

لہذا کچھ ہی سہی تھوڑا بہت ضرور صدقہ کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو دل کی باتوں کو جانتا ہے اور دلوں کو دیکھتا ہے، کسی کے پاس ایک روپیہ ہے اس نے اس میں سے دس پیسہ صدقہ کیا، کسی کے پاس سو روپے ہیں اور اس نے پانچ روپیہ صدقہ کیا تو دس پیسے والا بڑھ جائے گا، کیونکہ اس نے اپنے مال میں سے دسواں حصہ خیرات کیا، جبکہ دوسرے نے بیسواں حصہ دیا، لہذا یہ اس سے بڑھ جائے گا، جیسے کوئی الٰہ آباد کا ایک امرود دے اور کوئی دوسرا کسی دوسری جگہ کے امرود میں سے پانچ یا دس دیدے تو کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ نہیں کیونکہ الٰہ آباد کے امرود کا ذائقہ اور مزہ ہی کچھ اور ہے، اسی لئے فرمایا گیا کہ صحابہ اگر تھوڑا خرچ کریں مٹھی بھر جو کے برابر، اور ان سے بعد میں آنے والے لوگ اُحد پہاڑ کے برابر خرچ کریں تب بھی وہ صحابہ کی

برابری نہیں کرسکتے ہیں، یہ چیزیں ہیں سمجھنے کے لئے۔

اصل کو دیکھ کر فیصلہ کیا جائے

ارشاد فرمایا۔ ایک مرتبہ کراچی کی ایک مسجد میں جانا ہوا، تو وہاں اس مسجد میں دو گھڑیاں تھیں، ایک مسجد کے اندر تھی، اور ایک گھڑی مسجد کے باہر دالان میں تھی، اور دونوں میں پانچ منٹ کا فرق تھا، حالانکہ دونوں گھڑیاں ایک ہی کمپنی کی تھیں، اور دونوں کو ایک ساتھ ایک ہی وقت میں لگایا گیا تھا، توسوال یہ ہے کہ اب یہ کیسے معلوم ہوگا کہ کون گھڑی درست ہے اور کون سی غلط ہے؟ جبکہ احتمال ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اندر کی گھڑی درست ہو اور باہر کی غلط ہو یا باہر کی درست ہو اندر کی غلط ہو، یہاں ایک تیسرا احتمال بھی ہے کہ جس کی طرف ذہن جلدی نہیں جاتا ہے وہ یہ کہ ہوسکتا ہے کہ ایک ڈھائی منٹ تیز ہو، اور ایک ڈھائی منٹ سست ہو، اب صحیح ہونے کا فیصلہ کیسے کیا جائے گا؟ تو لامحالہ ایک تیسری چیز کی ضرورت پڑے گی جو کہ صحیح اور غلط کو بتاسکے وہ یہ ہے کہ ایک تیسری گھڑی دیکھی جائے کہ جس کو گھڑی ساز نے صحیح وقت کے ساتھ بنایا ہے تو پتہ چل جائے گا کہ درست کون ہے، اور غلط کون ہے، یہی اشکال اس صورت میں بھی ہوتا ہے کہ مثلاً زید، عمر دونوں ایک ہی مدرسہ سے پڑھے ہوئے ہیں مگر ان کے درمیان اخلاق واعمال وغیرہ میں اختلاف ہے، جبکہ دونوں ایک ہی وقت میں، ایک ہی استاذ سے ایک ساتھ مدرسے میں پڑھے ہوئے ہیں، اب ان میں سے کون درست اور کون غلط ہے؟ اس کا فیصلہ اور موازنہ ہوگا اس طرح سے کہ ان کے استاذ صاحب کو دیکھ لیا جائے خود پتہ چل جائے گا کہ کون ٹھیک راہ پر ہے کون غلط، کس کا عمل درست ہے کس کا غلط، ہر چیز میں فیصلہ کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ اس کے اصل کو دیکھا جائے کہ کہاں سے وہ آیا ہے خود ہی پتہ چل جائے گا، اگر اصل کے مطابق ہے تو ٹھیک ہے، اور اگر اصل کے خلاف ہے تو غلط ہوگا۔

خود بخود اصلاح نہیں ہوسکتی

اسی طرح اگر کوئی گھڑی ایک گھنٹہ سست ہو یا ایک گھنٹہ تیز ہو تو وہ خود بخود ہی ٹھیک نہیں ہو جائے گی، بلکہ اگر سست ہے

تو ہمیشہ سست رہے گی، اور اگر تیز ہے تو تیز رہے گی، البتہ اگر کوئی اسے درست کرنے والا ہو تو پھر ایک منٹ میں ٹھیک ہو جائے گی، اب یہ کہ ٹھیک کرنے والا کیسا ہے؟ کیونکہ اگر ٹھیک کرنے والا قاعدہ کا نہیں ہے تو پھر ایک منٹ ہی میں جو گھڑی سست تھی وہ تیز بھی ہو سکتی ہے، اسی طرح انسان کی غلطیاں دس برس میں بھی خود بخود درست نہیں ہوں گی، مگر یہ کہ اگر کوئی ٹھیک کرنے والا ہو تو پھر وہ ٹھیک ہو سکتا ہے۔

اصل چیز شیخ سے محبت ہے

ارشاد فرمایا، مناسبت شیخ جو کہ مدار ہے افاضہ اور استفاضہ کا، کامل اتباع میں ہے یعنی شیخ کوئی حکم دے تو فوراً بےچون و چرا اس پر عمل کرے شیخ کے قول سے مرید کو کوئی طبعی اور نہ عقلی گرانی ہو، اگر شیخ کوئی کام کرے اور وہ غلط ہی ہو تو اس پر اعتراض نہ کرے بلکہ اسے نظر انداز کرے اور شیخ کو معذور سمجھے، اس سے بددل و بدگمان نہ ہو بلکہ اس غلطی کی تاویل وغیرہ کر لیا کرے، یہ چیزیں حاصل ہوتی ہیں محبت اور عقیدت سے، تو اصل چیز ہے محبت،

استفادہ کے لئے محبت و عقیدت ضروری ہے

محبت الگ چیز ہے، عقیدت الگ ہے استفادہ کے لئے دونوں چیزیں ضروری ہیں کہ شیخ سے محبت بھی ہو اور عقیدت بھی، والدین سے محبت ہوتی ہے کہ نہیں؟ مگر عقیدت نہیں ہوتی، کیونکہ اگر عقیدت ہوتی تو پھر نافرمانی کیوں کی جاتی؟

تو تو بس اپنا کام کر

ارشاد فرمایا، دعا کی قبولیت میں جو تاخیر ہو جاتی ہے اس تاخیر میں بھی مصلحتیں ہوتی ہیں لہذا بس مانگتا رہے، لیکن جلدی نہ کرے، زیادہ شور نہ ہو، آوازیں نہ لگائے مگر مانگنے سے اعراض نہ کرے ؎

کھولیں وہ یا نہ کھولیں در اس پہ ہو کیوں تری نظر

تو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا

سوال ہوتا ہے کہ اچھا وہ مصلحتیں کیا ہیں؟ جواب یہ ہے کہ آپ کوئی ممبر پارلیمنٹ نہیں ہیں کہ

آپ کو اس کی مصلحتیں بتائی جائیں مصلحتوں کا جاننا ضروری نہیں ہے، جب وہ کریم ہیں یعنی بغیر مانگے دینے والے ہیں تو جب وہ بغیر مانگے دے دیتے ہیں تو مانگنے پر کیوں نہ دیں گے؟ لہذا جلدی نہ کرے۔

یہ شانِ معبودیت کے خلاف ہے

اور یہ بھی نہ کرے کہ کچھ دن مانگ کر بیٹھ جائے کیونکہ اندیشہ ہے حق تعالیٰ کے غصہ ہو جانے کا، کیونکہ اس کی وجہ سے حق تعالیٰ پر الزام ہوگا کہ ہم تو دعا مانگ رہے ہیں اور نعوذ باللہ آپ ہیں کہ قبول ہی نہیں کرتے۔ یہ شانِ معبودیت کے بالکل خلاف ہے۔

قبولیتِ دعا کی حقیقت

دعا قبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ رحمت خاصہ کا متوجہ ہونا، کبھی تو وہی چیز مل جاتی ہے جس کا بندے نے سوال کیا ہے اور کبھی اس سے اچھی چیز مل جاتی ہے، یہ تو دنیا میں بھی ہوتا ہے جیسے بچہ کسی چیز کیلئے ضد کرنے لگا تو اگر وہ اس کے لئے نقصان دینے والی نہ ہو تو والدین دیدیتے ہیں، اور اگر نقصان دینے والی ہو مثلاً بیمار ہے، بخار ہے، اور برف مانگتا ہے تو کیا والدین برف دیتے ہیں؟ نہیں دیتے بلکہ اس کو کوئی دوسری چیز جو کہ اس سے اچھی ہوتی ہے اسے دے دیتے ہیں، اب کوئی کہے کہ وہ تو ملی نہیں جو ہمیں چاہیے، بھائی! اس کی کیا حیثیت ہے اس چیز کے مقابلہ میں جو کہ دی گئی ہے۔

ہمارا کام ہے مانگنا وہ کریں

لہذا مانگنے میں کمی نہ کرے برابر دعا کرتا رہے، قبول کرنا یا نہ کرنا یہ تو اس کا کام ہے، یہ تمہارے ذمہ نہیں ہے جو کام تمہارے ذمہ ہے اسے تو کرو اور قبولیت کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دو، بندے کو تو عجز و انکساری چاہیے، اگر دعا بظاہر قبول نہ ہو تو اسی میں خیر سمجھے۔

دعا کیوں قبول نہیں ہوتی؟

دعا قبول نہیں ہوئی، ہو سکتا ہے مانگنے میں کوتاہی اور کمی ہو گئی ہو لہذا خوب عجز و انکساری کو ملحوظ رکھے کیونکہ

چھوٹے ہونے کے معنی ہی یہی ہیں کہ اپنی پسند کو مٹا دے، اپنی پسند کی کوئی حیثیت نہ سمجھے بلکہ جو بڑے پسند کریں وہی اس کی پسند ہو، مجاہدہ کرے، مجاہدہ تو اسی کو کہتے ہیں کہ نفس کو مٹا دے نفس جو چاہتا ہے وہ نہ کرے، اس سے بہت فائدہ ہوگا۔

جہاں کی دہی اچھی ہو وہاں جاؤ

ارشاد فرمایا۔ مدینہ منورہ میں ایک صاحبِ نسبت بزرگ کے دل میں یہ خیال آیا کہ ملک شام کی دہی یہاں کی دہی سے اچھی ہوتی ہے، چنانچہ رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے فرمایا کہ وہیں چلے جاؤ جہاں کی دہی اچھی ہے۔

تبلیغ کے لئے شفقت کی ضرورت ہے

ارشاد فرمایا۔ تبلیغ اسلام کا کام زیادہ تر شفقت سے ہوا، شفقت سے تعلیم صحیح ہوتی ہے، تعلق و توجہ ہوتی ہے لہٰذا اگر کسی میں شفقت کی کمی ہو تو اس کو حاصل کرنے کی کوشش اور تدبیر کرے، جیسے جب سردی لگتی ہے تو اسے دور کرنے کی تدبیر کرتے ہیں کہ نہیں؟ کہ اس کی وجہ سے گرمی حاصل ہو جاتی ہے، اسی طرح اگر کسی میں اخلاق رذیلہ ہوں تو انھیں دور کرنے کی تدبیر کرے۔

کمال کیلئے تعلیم و تربیت دونوں ضروری ہیں

انسان کے لئے تعلیم و تربیت دونوں ضروری ہیں جس طرح تربیت سے حال بدل جاتا ہے، اسی طرح تعلیم سے بھی حال بدل جاتا ہے، کیونکہ علم سے راستہ معلوم ہوتا ہے، علمی غلطیاں دور ہو جاتی ہیں، کبھی تو علم ادھورا ہوتا ہے اور کبھی الٹا علم ہوتا ہے، ایسے میں اگر کوئی بات معلوم ہو جائے گی تو پھر اس علم کی اصلاح ہو جائے گی، اور اگر علم یہاں سے بھی آئے اور وہاں سے بھی آئے یعنی دو یا کئی جگہوں سے آئے تو پھر انسان ان میں موازنہ کرتا ہے کہ یہ صحیح علم ہے اور یہ غلط ہے۔

عملی غلطی کی اصلاح کا طریقہ

ایک غلطی ہوتی ہے عملی، اس کے لئے مستقل کام کی ضرورت

ہے، جیسے گھڑی ہے کیا اس کو محض دیکھ کرہی اس میں لکھے ہوئے حروف لکھے جاسکتے ہیں؟ نہیں لکھے جاسکتے ہیں بلکہ اس کیلئے مشق اور سیکھنے کی ضرورت ہے، تو اسی طرح دوسروں کو عمل کرتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں تو کیا محض دیکھنے سے ہی وہ آجائے گا؟ بلکہ اسے سیکھنے کی ضرورت ہے۔

عمل کیلئے طاقت ضروری ہے

ارشاد فرمایا، علم الگ چیز ہے عمل الگ چیز ہے، عمل کے لئے قلب میں جذبہ اور داعیہ پیدا ہوتا ہے، اور علم سے قلب میں روشنی پیدا ہوتی ہے، عمل کے لئے طاقت وقوت کی ضرورت ہے، جسمانی عمل ہے تو جسمانی طاقت کی ضرورت ہے، اور اگر روحانی عمل ہے تو اس کے لئے روحانی طاقت وقوت کی ضرورت ہے۔

موقع ومحل کے مناسب مسنون ذکر

ارشاد فرمایا، کہ ایک صاحب جو کہ بڑے عالم بھی تھے اور بیس سال سے بخاری شریف پڑھاتے تھے، اور وہ اوپر مکان میں رہا کرتے تھے تو ایک حدیث ہے كنّا اذا صعدنا كبّرنا واذا نزلنا سبحنا [1] جب ہم اوپر چڑھتے تھے تو اللہ اکبر کہتے اور جب نیچے اترتے تھے تو سبحان اللہ کہتے تھے۔

مگر اس پر عمل کی نوبت ہی نہیں آئی، توجہ ودھیان ہی نہیں گیا، چنانچہ ایک جگہ بیان ہوا۔ اس میں میں نے تذکرہ کیا کہ جب اوپر چڑھے تو اللہ اکبر پڑھے اور نیچے اترے تو سبحان اللہ اور برابر جگہ پر چلے تو لا الٰہ الّا اللہ پڑھے، اس کے بعد سے وہ جب بھی اپنے مکان کو جاتے یا آتے ہیں یہ باتیں ضرور انہیں یاد آجاتیں، معلوم ہوا کہ عمل کے لئے توجہ اور داعیہ کی ضرورت ہے

استاذ کا اثر طلبہ پر پڑتا ہے

ارشاد فرمایا، پہلے مدارس عربیہ میں جو اساتذہ ہوا کرتے تھے وہ اہلِ عمل ہوتے تھے یعنی فرائض وواجبات کے

---

[1] مشکوۃ ۲/۲۱۶

پابند تو ہوتے ہی تھے، اس کے ساتھ ساتھ سنن و مستحبات پر بھی پابندی سے عمل کرتے تھے، چنانچہ اس کا اثر طلبہ پر پڑا کرتا تھا کہ ان کے اندر بھی عمل کا جذبہ پیدا ہوتا تھا، ایک صاحب اللہ آباد میں انگریزی وغیرہ پڑھایا کرتے تھے، ماشاء اللہ تہجد گزار تھے، تو ان کے جو شاگرد تھے وہ بھی تہجد پڑھا کرتے تھے، یعنی انگریزی پڑھ رہے ہیں اور ماشاء اللہ تہجد کی بھی پابندی تھی، اور آج کل مدرسہ کے طالبِ علموں میں یہ بات نہیں ہے، میں سب کی بات نہیں کرتا بلکہ اکثر ایسا ہی ہے، ایسا کیوں ہے؟ جو انگریزی وغیرہ پڑھیں وہ تو تہجد کی پابندی کریں اور جو عالم بن رہے ہیں یا بننے والے ہیں انھیں اس کی ضرورت نہیں ہے؟ سوچنے کی بات ہے۔

موئے مبارک کے تقسیم کی مصلحت

ارشاد فرمایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنا بال مبارک تقسیم فرمایا تھا، از روئے تفاخر نہیں بلکہ محض صحابہ کی محبت وعقیدت کا خیال کرتے ہوئے ایسا کیا تھا، ورنہ اگر دفن کر دیتے تو ممکن تھا کہ ہر ایک اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتا، اور ممکن تھا کہ نوبت قتال تک پہونچ جاتی۔

جلسوں میں تلاوت سے پہلے اس کے فوائد بتلانا چاہیئے

ارشاد فرمایا، عام طور پر جلسوں میں قرآن پاک کی تلاوت کرائی جاتی ہے مگر اس کے پڑھنے کا مقصد ہی بدل گیا، اس وجہ سے ہمارے یہاں طلبہ کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ جب بھی مجمع میں قرآن پاک کی تلاوت کریں تو اولاً اس کے فوائد وآداب بیان کر دیا کریں، تاکہ اصل مقصد واضح ہو جائے۔ پھر تلاوت کریں، تاکہ تلاوت کا پورا نفع ہو۔

نماز کی وجہ سے قلب میں نور پیدا ہو جاتا ہے

ارشاد فرمایا، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ اذان سے آدھا گھنٹہ پہلے ہی جماعت کی تیاری کیا کرتے تھے، لہٰذا چاہیئے کہ جماعتِ مسجد کا اہتمام کرے اور اس کیلئے

پہلے سے تیاری کیا کرے تاکہ تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ صفِ اولیٰ میں نماز پڑھ سکے، نماز کو جتنے اہتمام و توجہ کے ساتھ سنت کے موافق پڑھے گا تو اس کی وجہ سے قلب میں خاص قسم کا نور پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے اثرات ہاتھ و پیر اور دیگر اعضا پر پڑتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان برائیوں اور گناہوں سے بچنے لگتا ہے، ایسی نماز انسان کو بری باتوں اور بے حیائیوں سے روک دیتی ہے۔

کتاب و سنّت سے محبت کا خاص فائدہ

ارشاد فرمایا، کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے محبت خاص چیز ہے، اس کی وجہ سے طاعت کی طرف توجہ زیادہ ہوتی ہے، بعض طلبہ دورۂ حدیث شریف پڑھتے ہیں مگر آدابِ طعام اور سونے کی سنتیں وغیرہ سے واقف نہیں ہوتے اب یہ لوگ کب سیکھیں گے؟ ابھی ہی سے اس کی طرف توجہ کی ضرورت ہے یہ محض محبت کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

کبر راہِ خدا کا بڑا رہزن ہے

ارشاد فرمایا کہ کبر و حسد، ریا انھیں اول ہی سے مٹانے کی ضرورت ہے مشائخ تک ان میں مبتلا ہیں الا ماشاء اللہ کیا ڈاکٹر و حکیم وغیرہ دل کے مرض میں مبتلا نہیں ہوتے؟ ایک بڑے حکیم صاحب جو ماہر امراضِ قلب تھے ان کا واقعہ ہے کہ رات میں ایسے سوئے کہ پھر صبح اٹھنے کی نوبت ہی نہیں آئی حالانکہ اچھے خاصے تھے بظاہر کوئی بیماری نہیں تھی، دل کا دورہ پڑا اور رحلت کر گئے۔ علما تو فنائے نفس کا دعویٰ نہیں کرتے لہٰذا ان میں یہ چیزیں اگر پائی جائیں تو تعجب کی بات نہیں ہے مگر مشائخ تو فنائے نفس کا دعویٰ کرنے کے باوجود اس مرض میں مبتلا ہیں، کبر راہِ خدا کا بڑا رہزن ہے سب سے پہلے اس کا علاج کرے۔

اہتمامِ سنّت کا فائدہ

ارشاد فرمایا، کہ اصلی معیار نسبتِ معتبرہ کا متابعتِ سنت ہے جو سنت کا پابند ہوگا اسے کامل نسبت حاصل ہوگی لہٰذا دل میں اگر کوئی بات ہوگی تو وہ اعضا سے ظاہر ہوگی۔

مستحب کے لئے فرض کو نہیں چھوڑنا چاہئے

لوگ عالم بن جاتے ہیں مگر عمل کا جذبہ دل میں نہیں ہوتا ایک عالم صاحب آئے بہت مشہور آدمی تھے عشا کے بعد دیڑھ دو بجے تک تقریر کی اور صبح آٹھ بجے اٹھے یعنی فرائض بھی غائب تقریر تو مستحب کام ہے، ایک مستحب کام کی وجہ سے فرض کو کیسے چھوڑا جاسکتا ہے؟ اسی طور پر تقریر یا بیان جو سبب بنے اس کا، درست نہیں ہے۔

گناہِ کبیرہ بغیر توبہ معاف نہیں ہوتے

ارشاد فرمایا کہ چھوٹے چھوٹے گناہ وضو اور نماز وغیرہ عبادات سے معاف ہو جاتے ہیں اور بڑے گناہ یہ سانپ اور بچھو کے مانند ہیں جو کہ انسان کے نماز و روزہ کو کھا جاتے ہیں اور بغیر توبہ معاف نہیں ہوتے۔

انسان کو گناہ سے بچنا چاہئے

ارشاد فرمایا کہ انسان تقویٰ اختیار کرے جو ذریعہ رزق بھی ہے کیونکہ اس کی وجہ سے دین کے کاموں میں آسانی ہو جاتی ہے، اور جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو رزق ایسی جگہ سے عطا کرتے ہیں جہاں اسے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا ہے، اس لئے بھائی انسان کو چاہیے کہ گناہ سے بچے۔

تلاوتِ قرآن کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ رمضان میں کرنے کی چیزوں میں سے ایک یہ ہے کہ تلاوت کا اہتمام کرے، تلاوت کا مطلب ہم سمجھتے ہیں کہ ایک پارے سے انتیس پارے تک پڑھنا، بلکہ تلاوت کہتے ہیں کہ قرآن پاک کا پڑھنا، اب مان لو ایک شخص ہے وہ پورا قرآن نہ پڑھا ہو یا چند سورتیں پڑھی ہیں یا یاد ہیں تو اسے جو سورتیں یاد ہیں انھیں پڑھ لے تو یہی اس کی تلاوت ہوگی ایک دفعہ قل ھو اللہ، سورۂ فلق، سورۂ ناس فجر کے بعد پڑھ لے تو حفاظت رہتی ہے، یٰسین شریف پڑھ لے تو دن بھر کے کاموں میں آسانی اور سہولت ہو جاتی ہے۔

حفظِ قرآن کا آسان طریقہ

ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک یاد کرنے کا ایک آسان طریقہ

یہ ہے کہ ہر دن ایک آیت یا ایک لفظ پڑھ لے، یاد کرلے، مراکش میں یہی طریقہ ہے کہ لوگ نماز پڑھ کر بیٹھے رہتے ہیں امام ایک آیت پڑھا دیتا ہے اس طریقہ سے وہاں لوگ قرآن پاک حفظ کرلیتے ہیں، وہیں مسجد میں آدھا گھنٹہ دے دیتے ہیں، اور پڑھ لیتے ہیں کوئی دس منٹ دے دیتا ہے، جس کو جتنی گنجائش ہوتی ہے اس لحاظ سے وقت دے دیتا ہے، اس طرح وہاں پر لوگ جو کہ ضروری سورتیں ہیں نماز وغیرہ کے لئے وہ اب اس طریقہ سے یاد کرلیتے ہیں وہاں سوفی صد نماز پڑھنے والے ہیں، اور جو نماز پڑھتے ہیں وہ سب مسجد میں آتے ہیں، وزیر ہوگا تو بھی مسجد میں آئے گا، یہ دین کی اہمیت کی وجہ سے ہے۔ جہاں اس کا اہتمام ہوتا ہے وہاں ایسا ہوگا ہی۔

روزہ کے روحانی وجسمانی فوائد

ارشاد فرمایا کہ جس طرح روزہ گناہوں سے بچاتا ہے جو کہ باطنی بیماریاں ہیں اسی طرح بہت سی جسمانی بیماریوں سے بھی بچاتا ہے، کیونکہ زیادہ تر بیماریاں کھانے پینے کی بے احتیاطی سے ہوتی ہیں روزے سے ان میں کمی ہوگی، اس لحاظ سے بیماریاں بھی کم ہوں گی۔

تعمیر مسجد میں تعاون کا ثواب

ارشاد فرمایا کہ گھونسلے کے برابر بھی اگر کوئی مسجد بنائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں محل تعمیر کریں گے، گھونسلے کے برابر کہاں مسجد ہوگی؟ مطلب یہ کہ اس نے مسجد کے تعاون میں ایسا حصہ لیا کہ جس سے کہ گھونسلے کے برابر اس کے حصہ میں آتا اور گھونسلے سے کم سے کم مقدار مراد ہے اور یہ بھی ضروری نہیں ہے، مقصد یہ کہ تھوڑا سا حصہ ہو مسجد میں تعاون کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے یہ اجر ہے، اور یہ تعاون صدقہ جاریہ کی صورتوں میں ہے

افطار کے وقت دعا کا اہتمام رکھا جائے

ارشاد فرمایا کہ افطار کے وقت خصوصیت کے ساتھ دعا کا اہتمام رکھا جائے، اپنے لئے اور سارے لوگوں کے لئے یہ دعا کرلیا کرے کہ اے اللہ ہمارے تمام مقاصد اور ہر مومن کے

تمام مقاصد کو پورا فرما، کتنی مختصر سی دعا ہے، اتنی مختصر دعا میں چند سکنڈ لگتے ہیں، اور ساری دنیا کے لوگوں کے لئے دعا ہوگئی، ہماری حفاظت فرما اور ہر مؤمن کی حفاظت فرما، ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور ہر مؤمن کے گناہوں کو معاف فرما تو حاصل یہ کہ دعا میں اپنے ساتھ دوسروں کو بھی شامل کرنا چاہئے۔

دوسرے کو گھٹیا سمجھنے کا ہم کو کیا حق ہے؟

ارشاد فرمایا کہ ہماری نیکیاں تو محدود، دوسرے کی نیکیوں کا پتہ نہیں چلتا، تو پھر ہم کو کیا حق ہے کہ اپنے کو بڑھیا سمجھیں، ہو سکتا ہے کہ دوسرے کی نیکیاں زیادہ ہوں اور ایسا ہوتا بھی ہے، ہمارے استاذ حفظ کے تھے جن کی رحلت ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، یہاں سے تھوڑی دور پر ایک قصبہ ہے باون، باون اس لئے کہتے ہیں کہ وہاں پانی بہت نیچے ہے باون ہاتھ، بستی اونچائی پر ہے، وہاں کے بعضے بعضے لوگ پڑھے تھے ان سے تعلقات تھے جمعرات کو کبھی کبھی جاتے تھے، اب جا رہے ہیں تو راستہ میں کیا مشغلہ ہو؟ تو وہ فرماتے تھے کہ جب میں ہردوئی سے چلتا ہوں تو قرآن پاک پڑھنا شروع کرتا ہوں، تو پہونچنے میں دو گھنٹہ ڈھائی گھنٹہ لگتے تھے، اتنی دیر میں میں پندرہ پارے پڑھ لیتا ہوں، اور جب وہاں سے چلتا ہوں تو یہاں آنے تک پندرہ پارے پڑھ لیتا ہوں۔ بعضے اللہ کے بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اس طرح کی عادت ڈال لیتے ہیں کسی کو پتہ نہیں ہوتا حضرت مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ رمضان شریف میں ایک قرآن پاک تو دن بھر میں ختم کرتے تھے اور ایک رات میں، اور ایک تراویح والا اب جبکہ یہ معاملہ ہے تو اپنے کو کیسے کوئی بڑھیا سمجھے، اصل چیز ہے تواضع کہ اپنے کو گھٹیا سمجھو، ایک تو معیار یہ ہوا۔

اپنے کو گھٹیا سمجھنے کا معیار

دوسرا معیار گھٹیا سمجھنے کا یہ ہے کہ گھٹیا کون؟ جس کی برائیاں زیادہ ہوں، اور بڑھیا کون؟ جس کی برائیاں کم ہوں، دوسرے کی برائی ہمیں کم معلوم ہوتی ہیں، ایک دو معلوم ہوں گی اور اپنی برائیاں خود سوچے تو

معلوم ہوگا کہ کتنی ہیں ؟ لہٰذا ہماری برائیاں زیادہ، ہم گھٹیا جس کی برائیاں کم وہ بڑھیا تو اپنے کو گھٹیا سمجھے۔

مقتدی اپنے کو گھٹیا سمجھتے ہیں

یہی وجہ ہوتی ہے کہ مقتدی لوگ اپنے کو گھٹیا سمجھتے ہیں، اسی لئے کہیں مقتدیوں اور امام میں نماز کے معاملہ میں منازعت نہیں ہوتی، کوئی مسئلہ کی غلطی کرے تو وہ الگ ہے لیکن کوئی مقتدی یہ نہیں کہتا کہ نماز ہم پڑھائیں گے۔

اپنے کو بڑھیا سمجھنے کا نتیجہ

اور جہاں یہ نہیں ہے وہاں پھر یہ ہوتا ہے کہ ہمارے اندر بھی ایک خوبی اور کمال ہے، چنانچہ ایک مدرسہ میں ایک صاحب مدرس رکھے گئے تھے، کام کرتے رہے، جب چند مہینے ہوگئے تو کہنے لگے وہ صاحب جو صدر مدرس ہیں ان کی لیاقت کم ہے اور ہماری لیاقت زیادہ ہے ہم کو صدر مدرس بنایا جائے ہم کو صدر مدرسی دی جائے تو ٹھیک ہے ورنہ استعفا دیتے ہیں، ان کے نزدیک معیارِ کمال یہی ہے کہ یہ عربی زیادہ پڑھے ہوئے ہیں، وہ کم عربی پڑھے ہوئے ہیں، حالانکہ وہ بھی فارغ التحصیل ہیں، یہ بھی فارغ التحصیل ہیں، بس انھوں نے تخصص کرلیا ہے، کسی چیز میں تخصص کرلیا تو سمجھنے لگے کہ بہت بڑے علامہ ہوگئے، ایسے لوگ عین سے علامہ نہیں بلکہ ہمزہ سے اَلَّامہ ہوتے ہیں۔

نماز اور قرآن پاک میں بھی تخصص کرنا چاہیئے

اسی تخصص پر یاد آیا کہ ایک صاحب بے تکلف ایک جگہ کے تھے انھوں نے کہا کہ میں نے فلاں جگہ سے تخصص کیا ہے، میں نے کہا کہ سورۃ والعٰدیٰت سناؤ سورۃ فلق اور سورہ ناس سناؤ انھوں نے سنایا تو میں نے کہا کہ ماشاء اللہ تخصص فی الفقہ کیا ہے، سُوَرِ صلوٰۃ کا بھی تخصص کرلو یعنی جو سورتیں نماز میں پڑھی جاتی ہیں اور جن کو نماز میں پڑھاتے ہو

لہ زیادہ تکلیف دینے والا

ان میں بھی تخصص کرلو اور میں نے کہا اچھا سورہ فاتحہ سناؤ سورہ فاتحہ میں پاس ہونے کے نمبر تھے، اعلیٰ درجہ کے نمبر نہ آئے تو میں نے کہا کہ تخصص فی الفاتحہ بھی کرلو، اور اب تو بہتوں کے لئے کہنا پڑتا ہے کہ بھائی تخصص فی الصلوٰۃ بھی کرو، سنت کے موافق بھائی نماز پڑھو۔

اعضا کا استعمال مسائل کے موافق ہونا چاہیئے

عزیزو! تم نے کتابیں تو خوب یاد کرلیں، کتاب کاغذ میں چھپی تو تمہارے دماغ میں چھپ گئی لیکن اصل یہ ہے کہ جو اعضا ظاہر ہیں ان سے چھپنا چاہیے، یعنی جو حکم اور جو مسئلہ کتابوں میں ہے، کتابوں میں تو سارے مسائل بھرے ہوئے ہیں، وہ آنکھ کا جو مسئلہ ہے وہ ہماری آنکھ میں چھپنا چاہیے، جو زبان کا مسئلہ ہے وہ ہماری زبان پر چھپنا چاہیے، اسی طرح ہاتھ پیر اور دیگر اعضا کے لئے جو حکم ہے ان اعضا کا استعمال اس کے موافق ہونا چاہیے، یہ ہے اصل چیز، اس کی طرف توجہ نہیں، اس کی اہمیت نہیں الاماشاء اللہ

قرآن پاک میں کمی کا احساس نہ ہونے کی وجہ

کھانا پینا اوڑھنا بچھانا سب بڑھیا ہونا چاہیئے، اس میں ادنیٰ درجہ پر قناعت نہیں کرتے، جس دن سالن میں تار مطبخ میں کم دیا گیا تو کہتے ہیں کہ بھائی تار کی کمی ہے، تھوڑی کمی ہوگئی تو اس کا احساس ہوتا ہے، یا آج بوٹی آنے میں کمی ہوگئی تو یہ ہماری نگاہ میں رہتا ہے لیکن کہیں معروف و مجہول، قرآن پاک میں اخفا واظہار کی کمی ہوگئی تو اس کا احساس نہیں، کیوں؟ لاعلمی ہے اور دوسرے یہ کہ اہمیت نہیں۔

ہم نے اب تک قرآن نہیں پڑھایا عربی پڑھائی ہے

ایک حافظ صاحب آئے تھے ایک جگہ کے، اور عمر بھی ان کی قریب اڑتالیس سال پچاس سال کی تھی، یہاں آکے رہے بے چارے، اچھا پڑھتے تھے قرآن پاک، صاف پڑھتے تھے، مجھ سے بعد میں کہنے لگے کہ مجھے وہاں کے صدر مدرس صاحب نے یہاں بھیجا، تو ذرا ناگواری سی ہوئی، پھر میں نے سوچا کہ اچھا ہے چلو دو چار دن میں کچھ قاعدے

وقانون معلوم کرلیں گے، پھر دو چار دن کے بعد چلا آؤں گا دو چار دن میں واپسی تو ہوہی جائے گی اس لئے کہ وہ ان اطراف میں ممتاز تھے، اول نمبر پڑھنے والوں میں سے تھے، یہاں آئے تو بے چارے روتے تھے، افسوس کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم نے اب تک عربی پڑھائی قرآن نہیں پڑھایا، پھر ماشاء اللہ یہاں رہے تب معلوم ہوا کہ قرآن پاک کیا ہے۔

قرآن پاک کی عظمت میں بہت کمی ہے

ارشاد فرمایا کہ آج قرآن پاک کی عظمت کی بہت کمی ہے، ایک جگہ میرا جانا ہوا وہاں کتاب رکھی ہوئی تھی تو میں نے پوچھا کسی کے استاذ صاحب کہیں بے ہوش ہوجائیں، گر جائیں، چوٹ لگ جائے تو کیا کرتے ہو؟ تو بتایا لوگوں نے کپڑے بدل دیں گے، یہ کردیں گے، وہ کردیں گے، پھر میں نے کہا ایک استاذ زبان سے پڑھاتا ہے، ایک استاد وہ ہے جو نقوش سے پڑھاتا ہے، یہ جو کتاب ہے یہ بھی تو استاد ہے، کیا حال ہے استاد صاحب کا؟ اوراق منتشر ہیں، کمر ٹوٹی ہوئی ہے، پڑھا اور اسے اٹھا کر رکھ دیا، استفادہ کرتے ہو پھر اس کی درستگی کی فکر نہیں کرتے ہو، صبح کے وقت کہا تو ظہر میں نئی کتاب آگئی پھر میں نے کہا کہ وہ پرانے استاد صاحب کا کیا حال ہے؟ ان کی خدمت کی یا نہیں کی، یا ان کو لے جا کر طاق میں رکھ دیا اس لئے کہ جب کتاب کے ساتھ یہ معاملہ ہے تو قرآن شریف کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ تو معلوم ہوا کہ جزدان نہیں، بچے الماریوں میں کپڑا نہیں بچھاتے، اپنے کپڑے رکھیں گے تو کاغذ بچھادیں گے اور چیز رکھیں گے تو کچھ کردیں گے، لیکن قرآن شریف کو یوں ہی الماری میں رکھ دیا، کیا ہوگیا ہے جہاں گرد وغبار کا امکان نہ ہو تو خیر وہاں کا معاملہ اور ہے، لیکن جہاں گرد وغبار ہوتا ہے وہاں بھی یوں ہی رکھ دیا جاتا ہے، جن کی عمریں چالیس سال کی ہیں انھوں نے دیکھا ہوگا اپنے بچپن میں کہ کوئی قرآن پاک بغیر جزدان کے نہیں نظر آتا تھا، اب دیکھو جہاں چاہا وہیں رکھ دیا جس طرح چاہا رکھ دیا۔

مساجد و مدارس میں بھی لاپرواہی ہے

بالخصوص اکثر مساجد و مدارس میں بھی

اس سلسلہ میں لاپرواہی ہے، پڑھا اور یوں ہی اٹھا کر رکھ دیا، ایک دفعہ میں نے ایک جگہ قرآن پاک کی الماری کھولی، تو قرآن پاک رکھے ہوئے نہ تھے بلکہ الٹے سیدھے نعوذ باللہ جیسے کہتے ہیں پڑے ہوئے تھے، پھر میں نے وہاں کے ذمہ داروں کو بلا کر اس طرف توجہ دلائی، انھوں نے کہا کہ صاحب طلبہ ایسا کرتے ہیں، میں نے کہا طلبہ کر دیتے ہیں آپ تو مدرس ہیں آپ کو بار بار کہنا چاہئے توجہ دلانا چاہیے، سمجھانا چاہیے یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ اس کی نگرانی رکھیں اور ان کو بتلائیں، ایک عامی آدمی آکے دیکھے گا تو کیا رائے قائم کرے گا کہ یہ معاملہ قرآن پاک کے ساتھ کیا جارہا ہے، بڑی کمی کی بات ہے، عظمت کی کمی ہے۔ اور ایک خاص جگہ جو دینی مرکز تھا میرا وہاں جانا ہوا، مسجدوں میں جانا ہوا، مدرسوں میں دینی مذاکرہ میں جانا ہوا اس طرف توجہ کی بہت کمی محسوس ہوئی، تو میں نے وہاں اور کسی سے تو کچھ نہیں کہا لیکن وہاں کے ذمہ داروں کو بلا کر کہا کہ دیکھئے یہ کیا معاملہ قرآن پاک کے ساتھ ہے؟ یہاں تو نہیں ایسا ہونا چاہئے، لوگ یہیں کی نقل کریں گے کہ وہاں بھی ایسا ہوتا ہے اس لئے اپنے یہاں بھی ایسا ہی کریں گے منتظمین بعض اوقات لاپرواہی کرتے ہیں، غفلت برتتے ہیں اس کا اثر دوسروں پر پڑتا ہے

اذان کے وقت کا شرعی حکم

اس وقت ایک مسئلہ بھی بتلا دیا جائے کہ کوئی شخص ذکر و تلاوت کر رہا ہو مسجد میں ہو کہیں ہو اذان شروع ہو جائے تو فوراً بند کر دے ذکر کو تلاوت کو، اور اذان کا جواب دے لیکن کوئی دینی مذاکرہ ہو رہا ہو، وعظ ہو رہا ہو، نصیحت ہو رہی ہو، درس ہو رہا ہو تو یہاں یہ حکم نہیں ہے، سلسلہ بند کر دے تو کوئی منع بھی نہیں ہے، بات پوری ہو گئی ہے تو بند کر دے، نہیں تو کوئی دینی بات چل رہی ہو تو پھر موقع نہیں ہے وقت نہیں ہے تو سلسلہ جاری رکھے، اور بات پوری کرے، ہر حال کا حکم الگ الگ، حال بدلا حکم بدلا، ڈاکٹر صاحب نے پوچھا کہ حرارت کتنی ہے؟ معلوم ہوا کہ ½۹۸ تو کہا ارے چلو ٹھیک ہے اور اگر کہا ۹۹ ننانوے اور سو ہو گئی تو کہیں گے کہ بخار ہو گیا، روٹی بند، بوٹی بند، کھانا پینا

بند، تھرمامیٹر کا پارا ذرا سا اوپر نیچے ہوا تو فوراً حکم بدلا، ہر حال کا حکم الگ الگ ہے۔

ایک مسئلہ کو دوسرے پر قیاس نہیں کرنا چاہئے

ایک مسئلہ کو دوسرے پر قیاس نہیں کرتے، کافی دن کا قصہ ہے کہ ایک دفعہ اپنے ایک بزرگ کا بیان ہوا۔ بیان کے بعد لوگ بیٹھ جاتے ہیں ملاقات وغیرہ کرنے کے لئے، چنانچہ جب بیان کے بعد بیٹھے تو ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ ظہر کی سنتیں کوئی شخص پڑھے، دو میں سورت پڑھے اور دو خالی پڑھے تو کیا حکم ہے؟ انھوں نے کہا کہ سنتیں ادا نہیں ہوں گی۔ پاس میں ایک بڑے میاں بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے اسی مجلس میں پوچھا کہ اجی حضرت ایسی صورت میں کیا سنتیں ادا نہیں ہوں گی؟ تو پھر انھوں نے کہا کہ نہیں ہوں گی، اس کے بعد بڑے میاں نے پھر دوبارہ پوچھا کہ سنتیں ادا نہیں ہوں گی؟ تو پھر ان بزرگ نے فرمایا کہ قسم کھا کے کہہ دوں کہ ادا نہیں ہوں گی، اس جواب کو سن کر وہ بڑے میاں رونے لگے، کیوں؟ پوچھنے پر کہنے لگے کہ پچاس برس سے اسی طرح پڑھ رہا ہوں ظہر کی چار سنتیں کہ دو میں سورت پڑھتے ہیں، اور دو میں خالی پڑھتے ہیں، ان سے پوچھا گیا کہ ایسا کیوں کیا؟ کہنے لگے جیسے فرض کا معاملہ ہے ویسے ہی سنت کا ہے، فرض میں دو خالی اور دو بھری، ایسے ہی سنت میں بھی دو خالی اور دو بھری، ایک مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے پچاس سال کی سنتیں ضائع ہوگئیں، اس لئے ایک مسئلہ دین کا سیکھنا اپنے اثرات کے لحاظ سے سو رکعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

اعلیٰ درجہ کا مسلمان کون ہے؟

ارشاد فرمایا کہ ہر ایک کے دو درجے ہوتے ہیں اعلیٰ درجہ اور گھٹیا درجہ، اعلیٰ درجہ کا مسلمان بڑھیا کون ہے؟ حدیث پاک میں فرمایا گیا۔

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ [1]

مسلمان بڑھیا وہ ہے جس سے کسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہونچے۔

---

[1] مشکوٰۃ ۱/۱۲

انسان توانسان جانور تک کو تکلیف نہ پہونچے اس کا لحاظ رکھے، اس سلسلہ میں یہاں تک حکم ہے کہ جانور کو گالی مت دو، بلاوجہ جانور کو مارو پیٹو نہیں، جانور پر طاقت سے زیادہ بوجھ مت لادو، جانور کو کھلانے پلانے میں کمی مت کرو۔

مسلمان کی شان کیا ہونی چاہئے

اس بنا پر مسلمان کی شان کیا ہونی چاہئے؟ اصلی مسلمان، سچے اور بڑھیا مسلمان جنھیں ہم آج کل اللہ والا کہتے ہیں، وہ کتنی رعایت کرتے تھے۔ ایک بزرگ گزرے ہیں سید احمد کبیر رفاعیؒ ان کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کا معمول یہ تھا کہ اذان ہوتے ہی مسجد جانے کی تیاری کرتے اذان عموماً پندرہ بیس منٹ، آدھا گھنٹہ پہلے شروع ہو جاتی ہے تو ایک دن کچھ کام کر رہے تھے لکھا پڑھی کا، ان کا عربی کرتا بڑا تھا، اس کا دامن پھیلا ہوا تھا، اس میں بلی آکر بیٹھ گئی۔ بلی جانوروں میں ذرا مانوس ہوتی ہے، اتنے میں اذان شروع ہوگئی، اب کیا کریں اذان شروع ہوگئی ہے مسجد جانا ہے، اگر بلی کی رعایت کرتے ہیں تو مسجد پہونچنے میں دیر ہوگی جو کہ معمول کے خلاف ہے، جاتے ہیں تو بلی کی آنکھ کھل جائے گی جس سے بلی کو تکلیف ہوتی ہے، تو گویا بلی کی رعایت کرتے ہیں تو مسجد چھوٹتی ہے مسجد جانا چاہتے ہیں تو بلی کو تکلیف ہوتی ہے چنانچہ انھوں نے یہ کیا کہ گھر سے قینچی منگوائی اور دامن کاٹ دیا بلی سوتی رہی، اب گئے مسجد اپنی نماز پڑھ لی، جب نماز پڑھ کے آئے تو بلی اٹھ کے جا چکی تھی، اس دامن کو اٹھا کر سی لیا، اس سے بڑھ کر ایک واقعہ بتلاؤں کہ ایک شخص گئے ایک دکان پر، شکر لے کر آئے اور مکان ان کا وہاں سے ایک میل آدھے میل کے فاصلہ پر تھا، اب شکر جب کھولی تو دیکھا کہ اس میں تین چار چیونٹیاں تھیں، ان کو خیال آیا کہ یہ اپنے خاندان و برادری اور کنبے سے الگ ہوگئی ہیں چنانچہ اس دکان پر فوراً واپس گئے جب دکان دار کے پاس پہونچے تو اس نے دیکھ کر کہا کہ خیریت ہے؟ وہ سمجھا کہ کوئی کمی ہے کہنے لگا کہ کیا شکایت ہے آپ کو؟ کہا کہ شکایت کچھ نہیں ہے اس شکر میں یہ چیونٹیاں چلی گئی تھیں یہاں ان کے گھر ان کو پہنچانے آیا ہوں، اب بتلاؤ جو چیونٹیوں

اور بلیوں کی رعایت کرے وہ انسان کو ستا سکے گا؟ یہ شان تھی آج ہم لوگوں کا کیا حال ہو رہا ہے؟

حساب و کتاب کی فکر سے انسان بدل جاتا ہے

اصل چیز یہ ہے کہ انسان جب سمجھتا ہے کہ ہمارا یہ عمل ہے اس کا حساب کتاب ہونا ہے بدلہ دینا ہے تو پھر اس کو فکر ہوتی ہے کہ ہمارے عمل سے کسی کو تکلیف نہ پہونچے، بعض دفعہ لوگوں سے غلطی ہوگئی تو خود آئے اور کہا کہ صاحب ہم سے غلطی ہوگئی ہم کو سزا دیجئے، گندگی لگ جائے تو اس کو پاک وصاف کر دینا چاہئے اسی لئے بھائی، آدمی فکر کرے اچھے اعمال کا خاصہ یہی ہے کہ انسان ذرا سوچے کہ ہمارے عمل سے تو کسی کو کوئی تکلیف تو نہیں ہو رہی ہے۔

حق تلفی نہ کرے

دوسرے کا حق لے نہیں، دوسرے کا حق مارے نہیں، آج اگر کسی نے کسی کا حق لے لیا ہے تو حکم ہے کہ اس کا حق اس کو واپس کرو، اگر واپس نہیں کرتے تو پھر ہمارے یہاں مقبول نہیں ہو سکتے، بڑھیا شخص نہیں بن سکتے، منشی علی محمد صاحب لاہور کے تھے انھوں نے حضرت اقدس مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں خط لکھا کہ میں نے آپ کا وعظ پڑھا، اس سے معلوم ہوا کہ کوئی کسی سے رشوت لیتا ہے، اور وہ ان کو واپس نہ کرے، اور اس کی معافی نہ کرائے تو اس کی نیکیاں سب چھن جائیں گی جن سے رشوت لی ہے ان کو مل جائیں گی، جب سے میں نے یہ مضمون پڑھا ہے اس وقت سے مجھے بڑی پریشانی ہوگئی ہے، کیونکہ میں سرکاری ملازم ہوں، رشوت لیا کرتا تھا، اب میں کیا کروں؟ اس کی تلافی کیسے کروں؟ مولانا نے جواب میں لکھا کہ کتنی رشوت لی ہے تم نے؟ اور کتنی جائداد ہے تمہارے پاس؟ انھوں نے لکھا چھ ہزار رشوت لی ہے، حافظہ قوی ہوگا یا اپنے پاس حساب لکھتے رہتے ہوں گے، اور لکھا جائداد سات ہزار کی ہے، اس پر مولانا نے فرمایا کہ جائداد فروخت کرو اور جن سے جن سے رشوت لی ہے ان کی رقم لے جا کر واپس کرو، اور اگر اس کا

انتقال ہوگیا ہوتو اس کے ورثا کو معلوم کر کے ان کو پہونچاؤ، زہر اگر کوئی کھا لیتا ہے تو زہر اس سے اگلوایا جاتا ہے، جب مالِ حرام کھایا ہے تو اگلنا پڑے گا اسے، تب جا کر معاملہ درست ہوگا اصلاح ہوگی، اگر کسی کے پاس پیسہ نہیں ہے تو حکم ہے کہ معاف کراؤ اس سے جا کر، کہ بھائی غلطی ہوئی مجھ سے کہ ہم نے تم سے پیسہ لیا، چنانچہ وہ بڑے باہمت آدمی تھے، مستعد آدمی تھے، انھوں نے چھٹی لی اور زمین بیچی، پھر رقم لے کر گاؤں گاؤں پھرے، اور جا جا کر ان کی رشوتیں واپس کیں انسان کو جب اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا ہے اور اس کی تلافی اور توبہ کی ہمت کرتا ہے تو پھر سارا معاملہ آسان ہو جاتا ہے چنانچہ جہاں وہ پہونچتے تو لوگ ان کا بڑا اعزاز و اکرام کرتے اور بڑی تعریف کرتے اور کہتے کہ بھائی اگر ایسے گرو چیلے ہوتے تو پھر مسلمانوں کی تباہی نہ ہوتی۔

مال پاک ہو گیا تو حج کا شوق ہوا

اب سنئے جب سات ہزار تھے تب حج کے لئے نہیں گئے اور جب ایک ہزار رہ گئے پاک و خالص تو حج کا شوق ہوا، بات کیا تھی؟ یہی کہ گندہ مادہ جب نکل جاتا ہے، خون فاسد جب نکل جاتا ہے، معدہ سے گندگی نکل جاتی ہے تو بھوک بھی خوب لگتی ہے کہ نہیں؟ ڈاکٹر صاحب بیٹھے ہیں بتائیں گے، اس زمانہ میں حج ہوتا تھا چار سو پانچ سو میں، اب تو کتنا زیادہ ہوگیا ہے، ۱۹۵۰ء میں جب یہاں سے لوگ حج کو گئے تھے تو تیرہ سو میں حج کر کے یہاں لوٹ آئے تھے، اور وہاں کا سامان بھی لے کر آئے تھے، اب تو تیرہ ہزار میں بھی نہیں ہوتا، خیر مختصر یہ کہ ان کو حج کا شوق ہوا جب خالص اور پاک مال ایک ہزار رہ گیا چنانچہ حج کی نوبت آگئی، حج بھی کر لیا پھر یہ کہ اس وقت عمر بھی اچھی خاصی ۵۴ سال کی ہوگئی تھی اس عمر میں حفظ کا شوق ہوا، چنانچہ حفظ کرنا شروع کر دیا حافظ بن گئے پچاس سال کی عمر میں۔

جیسی غذا ہوگی ویسے ہی اس کے اثرات ہوں گے

تو اصلی اور بنیادی چیز یہی ہے کہ انسان نے کسی

کو مارا پیٹا ہو، برا بھلا کہا ہو تو اس سے معاف کرائے، تب جا کر معاملہ ٹھیک ہوگا، جو شخص چوری کرے، ڈکیتی ڈالے اس کی توبہ اس وقت قبول ہوگی کہ پہلے جن کا مال لیا ہے ان کو واپس کرے، یا ان سے معاف کرائے ورنہ بھائی مال حلال نہیں ہوگا، اور جب کھائے گا گندی چیز تو اعمال اچھے کیسے ہوں گے؟ ٹھنڈی غذائیں کھاتا ہے تو جسم میں ٹھنڈک پیدا ہوتی ہے اور گرم غذائیں کھاتا ہے تو گرمی پیدا ہوتی ہے، حلال غذا کھائے گا حلال خواہشات پیدا ہوں گی، اچھے اعمال صادر ہوں گے، حرام اور گندی چیزیں کھائے گا تو پھر انسان ہوکر کے بندر کا کام کرے گا، بندر کیا کرتا ہے بچہ روٹی لے جا رہا ہے اس سے چھین لے جانا زبردستی کسی سے چھین لے جسے کہتے ہیں ڈکیتی ڈالے تو یہ بندر کا کام ہے یا پھر چوری کرتا ہے چوہا، چور چوہا کے بہت سے حروف ملتے جلتے ہیں، چوری کرلیتا ہے، ایسے ہی بھائی جانور کے اخلاق ہیں بغیر اجازت کے کسی کی چیز لے لینا، استعمال کرنا، برتنا، کسی کو ستانا بلاوجہ، یہ بچھو کی شان ہے، انسان ہو کے بچھو کی عادت اختیار کرے، صورۃً تو انسان ہے اندر سے بچھو ہے

اپنے اخلاق و عادات کی اصلاح کی فکر رکھے

اسی لئے کہتے ہیں کہ اندر کو بنائے سنوارے درست کرے، اسی کا نام ہے اپنے اخلاق کو درست کرنا۔ اپنی عادت کی اصلاح کرنا، اس کی فکر و کوشش کرے، جس طرح جسمانی امراض کے علاج کی فکر اور اہتمام ہوتا ہے، اسی طرح جو روحانی امراض اور بیماریاں ہیں ان کی اصلاح و درستگی کی بھی فکر کرنا چاہئے، اور اس کے لئے دعا بھی کرنا چاہئے

سفر عزت کے ساتھ ہوتا ہے یا ذلت کے ساتھ

ارشاد فرمایا کہ سفر کے سلسلہ میں ایک بات یاد آئی اس کو عرض کیا جاتا ہے کہ انسان جب کہیں سے آیا ہے تو اب وہاں سے جو جانا ہو رہا ہے کہیں بھی جا رہا ہے آدمی یا تو عزت کے ساتھ جائے گا یا ذلت کے ساتھ جیسے کوئی بس میں تنہا سفر کر رہا ہے اور دو چار شریر لوگ ساتھ ہیں آگے پیچھے کسی نے پیچھے سے چپت ماری ادھر دیکھا تو دوسری طرف سے

کسی نے یہی معاملہ کیا ہر طرف سے چپتیں لگ رہی ہیں تو سفر ذلت کے ساتھ ہو رہا ہے پھر یا آرام سے جائے گا یا تکلیف سے ایک شخص سفر کرنا ہے بھیڑ ہے اب کیا کرے جگہ نہیں ملتی کھڑا کھڑا جا رہا ہے، تکلیف سے جا رہا ہے، اور ایک شخص ہے اس نے ریزرویشن پہلے سے کرا لیا ہے وہ آرام سے بیٹھ کر لیٹ کر جا رہا ہے نیز سفر میں دیر سے پہونچے گا یا جلدی پہونچے گا جیسے ایک بس سے جا رہا ہے، اور ایک پیدل جا رہا ہے، ایک ریل سے جا رہا ہے تو دیر لگے گی، اور ایک اکسپریس سے جا رہا ہے تو جلدی پہونچے گا۔ یہ روزمرہ کی چیزیں ہیں جو ہمارے سامنے پیش آتی رہتی ہیں۔

سفر میں راحت کا مدار اپنی محنت پر ہے

سفر میں راحت کا دار و مدار اپنی محنت اور کوشش پر ہے، ایک شخص نے محنت تو کی روپیہ پیسہ تو خوب کمایا مگر وہ ریزرویشن کی زحمت کو برداشت نہ کر سکا، تو اس کی جیب میں پیسے تو ہیں مگر وہ راحت نہیں ملے گی جو سفر میں ریزرویشن کرانے سے ملتی ہے، راحت سے پہلے مشقت ہوتی ہے، جس نوع کی راحت چاہتا ہے، جس طرح کا آرام چاہتا ہے اسی طرح کی اس کو مشقت اٹھانا پڑے گی۔

مرنے کی کیفیت اور اس کی حقیقت

جب ہم اس دنیا سے جاتے ہیں جس کو کہتے ہیں کہ مر گیا، روح نکل گئی، ہم لوگ اصطلاح میں بولتے ہیں کہ انتقال ہو گیا، مرنے کے معنیٰ انتقال کے ہیں، انتقال کسے کہتے ہیں ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جانا، جیسے ہم مدرسہ چھوڑ کر اسٹیشن آ گئے، تو وہاں سے یہاں منتقل ہو گئے، مٹے نہیں، فنا نہیں ہوئے، ایسے ہی آدمی جب مر جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ منتقل ہو گیا، روح چلی گئی، اصل جو انسان نام ہے وہ روح ہی کا ہے، اسی لئے کہتے ہیں کہ میاں چلو، فلاں کی مٹی میں چلو، کہتے ہیں کہ نہیں چلو مٹی میں؟ مٹی کو مٹی میں جلا کے ملا آئے، تو روح جو ہے وہ منتقل ہو گئی، روح مٹی نہیں، فنا نہیں ہوئی۔

جیسا ٹکٹ ہوتا ہے ویسا ہی سفر ہوتا ہے

اب منتقل ہو کر کہاں جاتی ہے؟ تبادلہ جیسے ہوتا ہے، اچھی جگہ یا بری جگہ، یا آرام کی جگہ یا تکلیف کی جگہ، اسی لئے روح منتقل ہونے کی دو جگہ ہیں، اسی کا نام رکھا ہے عربی میں علیین، سجین، ایک کا تعلق تو جیل خانہ سے ہے، ایک کا تعلق راحت خانہ سے ہے، بالکل ویٹنگ روم کا قصہ ہے، یہاں ریل سے گئے اب دہلی میں اتر گئے ویٹنگ روم میں، بعضے ویٹنگ روم میں راحت و آرام، بعضوں کو تکلیف، جیسا انسان کا ٹکٹ ہوتا ہے ویسا ہی اس کے ساتھ معاملہ ہوتا ہے، دنیا کا سفر جو ہے آخرت کے سفر کی طرح ہے۔

انسان خود نہیں آیا ہے بھیجا گیا ہے

جو آیا ہے دنیا میں اسے جانا ہے، آتا ہی ہے جانے کے لئے، یہاں اب اسٹیشن پر آئے، ابھی تھوڑی دیر میں جانا ہے یہاں سے، تو آنے والے کے لئے جانا ہے، دنیا میں آئے گا تو جائیگا کہاں؟ اور آیا کہاں سے؟ خود نہیں آیا کسی نے بھیجا ہے، اسے اگر اختیار ہوتا آنے کا تو دیہات میں کیوں آتا؟ اسی طرح ایک گھرانہ غریب کہلاتا ہے اس گھر میں کیوں آتا اگر اپنے اختیار میں ہوتا، چنانچہ آنے کی جو کیفیت ہوتی ہے وہ ہم بچوں میں دیکھتے ہیں، نہ حس ہے نہ شعور ہے، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اختیار کی تو کوئی چیز ہے نہیں، اگر ان کے اختیار کی چیز ہوتی تو اس کیفیت و حالت میں نہ آتے، پوسٹ مین جو آتا ہے وہ از خود نہیں آتا بھیجا جاتا ہے خط دے کر بھیجا گیا ہے، روپیہ دے کر بھیجا گیا ہے، تو بس دنیا میں جو ہم آئے ہیں اپنے آپ نہیں آئے ہیں، اسی کو قرآن پاک میں فرمایا کہ بتلاؤ۔

أَأَنتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ [1] اس کو تم آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں

پیدا کرنے والا کوئی اور ہے، بھیجنے والا کوئی اور ہے۔

---

[1] پ۲۷ ع۱۵

دنیا سے جانا اپنے اختیار میں نہیں ہے

جب اس نے بھیجا ہے اور اس کے بھیجنے پر آئے ہیں تو جانا بھی اپنے بس میں نہیں۔ جب چاہیں ہم چلے جائیں، نہیں، چنانچہ بعضے لوگوں نے سنکھیا کھالی، چاہتے تھے کہ مرجائیں وہ ہضم ہوگئی، ان کے لئے صحت مند ہونے کا ذریعہ بن گئی، اور ایک واقعہ تو اس سے بھی عجیب ہوا کہ ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے ایک صاحب نے چاہا کہ ہم مرجائیں ختم ہوجائیں تو اس کے لئے انھوں نے یہ تدبیر کی کہ اپنا کمرہ بند کیا، چھری لی، اور اپنا گلا کاٹنا شروع کیا چھری سے جب تک دم رہا چھری چلائی، اب ہوا یہ کہ آج کل تو تین پائے والے دروازے ہوتے ہی ہیں۔ اس میں نیچے راستہ ہوتا ہی ہے، جب گلا کاٹا تو خون نکلنا شروع ہوا، اور وہ بہنے لگا، جب خون بہکر باہر آیا تو لوگوں نے دیکھا اور کہا کہ یہ خون کہاں سے آرہا ہے، دیکھا تو دروازے سے آرہا ہے، تو اس کو توڑ تاڑ کر اندر پہنچے، وہ صاحب مرے نہیں تھے، سانس چل رہی تھی وہ اسپتال لائے گئے، ٹانکے لگائے گئے، علاج کیا گیا ٹھیک ہوگئے، جب یہ ٹھیک ہوگئے تو ان پر مقدمہ خودکشی کا قائم ہوگیا، معلوم ہوا کہ بعض اوقات آدمی چاہتا ہے کہ ہم یہاں سے چلے جائیں اور اس کے لئے تدبیر بھی اختیار کرتا ہے مگر موت نہیں آتی، یہ کیا بات ہے؟ بنیادی بات یہی ہے کہ انسان جب چاہے چلا جائے یہ اس کے اختیار میں نہیں ہے، بڑے بڑے ڈاکٹر، بڑے بڑے ماہر کہتے ہیں کہ ابھی ہم رہیں گے اچھا رہو بھائی، لیکن پھر ہوتا ہے کیا؟ کہ آخر میں جلدی نمبر آجاتا ہے۔ جب بھیجا گیا ہے ہم کو تو جب بلایا جائے گا تو کوئی روک نہیں سکتا، کوئی تدبیر نہیں کام آسکتی، اسی کا نام ہے اس عالم سے منتقل ہونا۔

ہم کو کسی نہ کسی کام سے بھیجا گیا ہے

جب ہم کو دنیا میں بھیجا گیا ہے تو ظاہر ہے کہ کسی نہ کسی کام سے بھیجا گیا ہے، کیونکہ کوئی جب کہیں بھیجا جاتا ہے تو اس کے ذمہ کوئی نہ کوئی کام سپرد ہوتا ہے، اب یہ کہ جو کام سپرد

ہوتا ہے وہ کام کرتے ہیں یا نہیں کرتے، کام کرے گا انعام ملے گا، نہیں تو پھر سزا ملے گی، پوسٹ مین نے کام کیا، خط بانٹے منی آرڈر بانٹے، شام کو واپس ہو گیا، عزت کے ساتھ آیا، عزت کے ساتھ واپس گیا، تنخواہ ملے گی، ترقی ملے گی، اب اگر بجائے کام کرنے کے روپیہ لے کر بھاگ گیا اور خطوط ضائع کر دئے تو کیا ہوگا؟ جیل خانہ جائے گا۔ ذلت و رسوائی ہوگی، یہاں تو یہ ہے کہ جرم کر کے کوئی دوسرے ملک چلا جائے تو بچ سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ملک سے کہاں جا سکتا ہے ہر جگہ کے بادشاہوں کے وہ بادشاہ ہیں یعنی احکم الحاکمین ہیں مالک بھی ہیں اسی کو قرآن پاک میں فرمایا گیا

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ [1]

کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا ہے اور تم ہمارے پاس لوٹ کر نہیں آؤ گے۔

دوبارہ کیسے زندہ ہوں گے؟

قرآن پاک میں ذکر کیا گیا ہے کہ اس وقت بعضے لوگ کہا کرتے تھے کہ جب مر جائیں گے، ہڈی مٹی ہو جائے گی تو کیسے دوبارہ زندہ ہوں گے؟ فرمایا گیا ارے بھائی پیدا کیسے کیا اس کو تو سوچو، کہاں کا پانی، کہاں کا دانا، کہاں کا کچھ انسان مختلف قسم کی چیزیں کھاتا پیتا ہے اس سے اس کا خون بنتا ہے بدن بنتا ہے پھر اس سے مادہ تیار ہوتا ہے، اس سے انسان کی پیدائش ہوتی ہے۔ اس طریقہ سے پیدا ہوتا ہے، اب جب موت آگئی تو مٹا نہیں، ہیئت بدل گئی تو اب اس کو جمع کر دینا کیا مشکل ہے، کوئی کوٹھی عمارت پہلے بنانا تو مشکل ہوتا ہے، لیکن بنا دیا ڈھا دیا پھر دوبارہ بنا دینا کتنا آسان ہوتا ہے اسی کو فرمایا ایک لفظ میں۔

كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ [2]

ہم نے جس طرح اول بار پیدا کرنے کے وقت ابتدا کی تھی اسی طرح اس کو دوبارہ پیدا کر دیں گے

---

[1] پ ۱۸ ع ۶ [2] پ ۱۷ ع ۷

آسمان کے حال پر سوچو اور غور کرو، کہاں ہے اس کا ستون، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک چراغ ہے ہمارا اس پر غور نہیں کرتے، دیکھو اس کی روشنی کتنی ہے؟ ہزاروں برس ہوگئے ہیں مگر نہ اس کی روشنی میں فرق آیا نہ گرمی میں، چلی آرہی ہے اس کی روشنی اور گرمی اس میں ذرا غور تو کرو تو جب ایسی مخلوق کو ہم نے پیدا کیا تو تمہارے بنانے میں اور دوبارہ پیدا کرنے میں کیا اشکال؟

جیسا عمل ویسا ہی بدلہ

پھر جب میدان محشر قائم ہوگا، اس میں حساب وکتاب ہوگا تو یا آرام کی زندگی، یا پھر مشقت اور تکلیف کی زندگی ہوگی، یہ ریل کا سفر نمونہ ہے بھائی، جیسا ٹکٹ ہوگا ویسا ہی معاملہ ہوگا، اس لئے انسان کو اچھے اعمال کا اہتمام کرنا چاہئے، اسی کا دوسرا نام ہے اہتمام سنت، سنت کا جتنا اہتمام ہوگا اور اس پر جتنا عمل ہوگا تو پھر انشاء اللہ سارا معاملہ آسان ہو جائے گا۔

اپنے گھر پر کبھی کبھی دینی مذاکرہ کرایا جائے

ارشاد فرمایا کہ ایک بات خصوصیت سے سب لوگوں کے لئے بڑی اہم اور قابل توجہ ہے وہ یہ کہ کبھی کبھی اپنے گھر پر دینی مذاکرہ کرایا کرے، وعظ ونصیحت کا سلسلہ تھوڑی دیر ہو، پندرہ منٹ بھی کافی ہے، ایک انجکشن لگا ہے اس سفر (لندن) کے لئے اس کا اثر چھ مہینہ تک رہے گا، اور ایک انجکشن جو افریقہ کے سفر کے لئے تھا کوئی کہتا ہے کہ اس کا اثر تین برس کوئی کہتا ہے کہ اس کا اثر دس برس تک رہے گا، اس کا اثر اتنی مدت تک رہے گا، ایسے ہی ایک دین کی بات بتائی جائے تو اس کا اثر کیا ہوگا؟ خود اندازہ کرلو، دین کی باتوں کا اثر تو ہوتا ہے ہلکے ہلکے جیسے ٹی بی کے مریض کو جو دوا دی جاتی ہے اس کی پہلی خوراک بھی فائدہ کرتی ہے، مگر ظاہر نہیں ہوتا، اگر ہر خوراک میں اثر نہیں نفع نہیں تو تیس خوراکوں کے بعد کیوں فائدہ ظاہر ہوتا ہے؟ نفع تو ہوتا ہے مگر ظاہر نہیں ہوتا۔

دینی باتوں کا نفع ہوتا ہے

ہر چیز کے دو درجہ ہیں ایک درجہ ہے حصول کا،

اور ایک ہے ظہور کا، بعضی چیزیں حاصل تو ہو جاتی ہیں مگر ظاہر نہیں ہوتیں، مثال کے طور پر ایک شخص ہے اس کی جیب میں روپے پیسے بھرے ہوئے ہیں، لیکن کسی کو پتہ نہیں چلتا تو جیب میں روپئے تو ہیں یہ درجہ ہے حصول کا لیکن جب وہ نکالتا ہے دس روپیہ، بیس روپیہ، سو روپیہ تو معلوم ہو جاتا ہے اس کی جیب میں اتنا تھا تو یہ درجہ ہے ظہور کا اور یہ ایک گیہوں کا دانہ آپ نے ترازو میں رکھا پتہ چلے گا؟ اس میں وزن ہے لیکن ترازو میں پتہ نہیں چلتا، جب ایک دانہ نہیں سو اور ہزار دانے اس میں آتے ہیں تو پلہ کو حرکت ہو جاتی ہے، کانٹا حرکت کرنے لگتا ہے، تو گیہوں کے ایک دانے میں بھی وزن ہے لیکن اس کا ظہور نہیں ہوتا، ایسے ہی دین کی باتوں کا بھی نفع ہوتا ہے خواہ ایک ہی بات کہو مگر ظہور بعض دفعہ دیر میں ہوتا ہے۔

اچھی چیز کا اثر کیوں نہیں ہوگا؟

اثر ذراسی چیز میں بھی ہوتا ہے، گاڑی نکلتی چلی جارہی ہے کہیں کوئی مردار پڑا ہوا ہے تو فوراً ہوا میں فرق ہو جاتا ہے بدبو آنے لگتی ہے، اسی طرح ذراسی دیر میں ٹھنڈک، ذراسی دیر میں گرمی، ذراسی دیر میں خوشبو، یہ سب چیزوں کے اثرات ہوتے ہیں جو مرتب ہوتے ہیں اور محسوس ہوتے ہیں تو پھر اچھی باتوں کا اثر کیوں نہیں ہوگا؟ سانپ نے ذرا سا دانت لگایا تو بس کیا کیفیت شروع ہو جاتی ہے؟ ہر چیز کی قوت وضعف پر اثر کا مدار ہوتا ہے، بھائی؟ جب ان چیزوں کا اثر ہوتا ہے تو اچھی چیز کا اثر کیوں نہیں ہوگا؟

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اور ایک عجیب بات کہی ہے حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے دار العلوم ندوۃ العلما میں جہاں علما جمع تھے یہ ارشاد فرمایا تھا اس سے سب حضرات بہت متاثر و محظوظ ہو رہے تھے کہ اب تک یہ بات سمجھ میں نہ آتی تھی کہتے ہیں کہ جب نظر بد لگتی ہے تو اچھی نظر نہیں لگ سکتی ہے؟ جب بری نظر لگ سکتی ہے تو اچھی نظر بھی لگ سکتی ہے،

اور اچھی نظر کیا ہے؟ اہل اللہ اور بزرگانِ دین کی توجہ اور ان کی صحبت ہے، اس سے انسان کیا سے کیا ہو جاتا ہے، اسی کو اکبر الہ آبادی نے کہا ہے ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

جب نظر کا برا اثر ہو سکتا ہے تو اچھا اثر کیوں نہیں ہوگا؟ ضرور ہوگا، ایک ذرا سی گولی پانی کو لال کر دیتی ہے، رنگین کر دیتی ہے ایسے ہی اچھی باتیں جو ہیں ان کے اچھے اور مفید اثرات ہوتے ہیں، اسی کو قرآن پاک میں فرمایا گیا۔

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ [1]   نصیحت کیجئے نصیحت جو ہے نفع پہنچاتی ہے مؤمنین کو۔

نصیحت کا نفع ہوتا ہے

نصیحت کا نفع ہوتا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ ایک دم ہو جائے، ایک دم نہیں ہوگا ہلکے ہلکے ہوگا، اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے دانہ ہے آپنے بویا، ابھی اندر اندر فرق ہو رہا ہے، اوپر اس کا اثر ظاہر نہیں ہوتا ہے، لیکن جب اوپر اس کا اکھوا نکلتا ہے اس وقت پتہ چلتا ہے، اور اس کی تبدیلی ظاہر ہوتی ہے اسی طرح دینی باتوں کا معاملہ ہے کہ اس کا اثر دھیرے دھیرے ہوتا ہے، پھر جب مسلسل یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے تو پھر اس کے اثرات ظاہر ہونے لگتے ہیں، اگر کوئی عالم نہیں ملتے تو کسی عالم دین کی کتاب ہی سناؤ۔

مقصود تو اصلاح ہے نہ کہ لطف

بعض لوگ کہتے ہیں کہ کچھ لطف نہیں آتا، تو حکیم صاحب اور ڈاکٹر صاحب کی جو دوا پیتے ہو اس میں لطف آتا ہے؟ لطف تو آتا ہے جب کوئی اچھے اشعار پڑھ کر سنائے مگر اس سے جو مرض ہے پیٹ کی پیچش وہ تو دور نہیں ہوگی، لطف تو آگیا، حکیم صاحب کی دوا میں تو لطف نہیں آئے گا

---

[1] پ ۲۷ ع ۲

بلکہ ہوسکتا ہے کہ کڑوی معلوم ہو مگر اس سے پیچش دور ہو جائے گی ، اصلاح اور چیز ہے لطف اور چیز ہے پلاؤ کھانے میں خوب لطف آئے گا لیکن بیماری بڑھے گی ، ہاں اسپغول کھانے میں تو لطف نہیں آئے گا مگر بیماری چلی جائے گی ، اور مقصود تو اصلاح و تربیت ہے ، اس لئے بھائی نصیحت کرو ، نصیحت سے نفع پہنچے گا ۔

انسان کو اپنا احتساب کرنا چاہئے

ارشاد فرمایا کہ جس طرح ایک تاجر ہوتا ہے کہ دیکھتا ہے کہ آج ہمارے یہاں دکان میں کتنی آمدنی ہوئی ، کتنا نفع ہوا ، اور ہمارا خرچ کتنا ہے ؟ اگر نفع ہوتا ہے تو خوش ہوتا ہے ، اور اگر آج دوکان کا گھر کا خرچہ زیادہ ہوا اور نفع کم ہو اور کئی دن ایسا ہی ہو تو کتنی پریشانی ہوگی ؟ ایسے ہی ہم لوگ اس کا بھی جائزہ لیا کریں کہ صبح سے شام تک آج ہم سے اچھے کام کتنے ہوئے ، نیک کام کتنے ہوئے ؟ غلط اور برے کام کتنے ہوئے ؟ اس کا حساب لگایا کریں ، نیکیاں زیادہ ہوئی ہوں تو اس پر اللہ کا شکر کرے ، اور برائیاں ہوئی ہوں تو توبہ واستغفار کرے تو یہ ذریعہ بنے گا انسان کے حالت کے بدلنے کا ، درست ہونے کا ، جہاں سیل ٹیکس واجب ہوتا ہے تو وہاں انسان اپنا حساب درست رکھتا ہے کہ کہیں کوئی کمی اور گڑبڑی نہ ہو اسی طرح ہر انسان کو اپنے اعمال کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے اس کا حساب ٹھیک رکھنا چاہئے کیونکہ مرنے کے بعد اس کی پیشی ہوگی ، اور اس کا حساب و کتاب ہوگا ، اس لئے ابھی سے اس کی فکر اور تیاری کی ضرورت ہے ۔

ایک مسلمان دوسرے کا آئینہ ہے

ارشاد فرمایا کہ حدیث میں ہے

المؤمن مرآۃ المؤمن [1] ایک مؤمن دوسرے مؤمن کا آئینہ ہے ۔

آئینہ عیب چھپاتا نہیں ، اور غیروں پر ظاہر نہیں کرتا ، اجنبی لوگوں پر ظاہر نہیں کرتا ، ایک

---

[1] مشکوٰۃ ۲/۴۲۴

مسلمان کی بھی یہی شان اور معاملہ ہونا چاہیئے کہ کسی کی برائی کسی پر نہ ظاہر کرے، جو اصلاح کرنے والا ہے اس سے کہو، اس کی اجازت شریعت نے دی ہے، آج کل غیبت کی بیماری بہت ہے، یہ بیماری بہت عام ہوگئی ہے اور یہ بیماری بڑی خطرناک ہے اس سے نیکیاں انسان کی کٹ جاتی ہیں، اس سے بہت زیادہ احتیاط کرنا چاہیئے۔

علم پر عمل اگر نہ ہو تو ایسا شخص جاہل ہے

ارشاد فرمایا کہ انسان کے پاس صحیح علم اگر ہے مگر اس علم پر عمل نہ ہو تو عرف میں بھی وہ جاہل شمار ہوتا ہے اسی لئے اگر ایک شخص ہے اپنے والد کو گالی دے رہا ہے، برا بھلا کہہ رہا ہے، تو لوگ کہتے ہیں کہ ارے میاں یہ تیرے باپ ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ "تم اسے اپنا باپ نہیں سمجھتے اپنے باپ ہونے سے تمہیں انکار ہے تبھی تو یہ معاملہ کر رہے ہو، تو بات یہی ہے کہ اس نے جو معاملہ کیا ہے وہ والد کی شان اور ان کے منصب کے موافق نہیں کیا جس کی بنا پر اس سے یہ بات کہی گئی، اسی طرح جو شخص اپنے علم کے موافق عمل نہ کرے وہ عرف میں جاہل شمار ہوتا ہے، اسی لئے حدیث میں عالم بد عمل کے لئے بڑی سخت وعید آئی ہے۔

عالم کی بد عملی کا ضرر سب سے زیادہ ہے

دنیا میں نفع پہنچانے والی بھی چیزیں ہیں، اور نقصان پہنچانے والی بھی ہیں، دونوں طرح کی چیزیں ہیں نقصان پہنچانے والی جو چیزیں ہیں ان کی مضرت کا درجہ یکساں نہیں ہے کسی کا ضرر کم ہے، کسی کا زیادہ ہے، یہی حال نفع دینے والی چیزوں کا بھی ہے کہ کسی کا نفع کم ہے، کسی کا زیادہ، نقصان دہ چیزوں میں سب سے زیادہ آگ سے نقصان ہوتا ہے، سیلاب سے نقصان ہوتا ہے، جھگڑے فساد سے نقصان ہوتا ہے لیکن جتنا نقصان عالم بد عمل سے ہوتا ہے وہ سب سے زیادہ ہوتا ہے ایک عالم بد عمل کا ضرر ان سب سے زیادہ ہے، ایسے ہی نفع پہنچانے والی چیزیں بھی ہیں، کتنا نفع ہوتا ہے مساجد سے، مدارس سے، خانقاہوں سے، نیک

کاموں سے، لیکن سب سے زیادہ نفع عالم باعمل سے ہوتا ہے۔

ایک عالم بدعمل کیوں ہوجاتا ہے؟

سوال یہ ہے کہ ایک شخص عالم ہے پھر وہ بدعمل کیوں ہوجاتا ہے؟ تو بھائی بات یہ ہے کام کرنے کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہوتی ہے، ایک تو یہ کہ روشنی ہو کہ جس سے راستہ صاف نظر آئے دوسرے یہ کہ طاقت ہو تا کہ جو راستہ معلوم ہے اس پر چل سکے، مثال کے طور پر مسجد جانا ہے تو اس کے لئے روشنی ہونا چاہئے تا کہ اس کا راستہ نظر آئے، اب اگر بالکل اندھیرا ہو جائے تو پھر کیسے مسجد جائے گا، یا کسی کی آنکھ میں پٹی باندھ دو تو بے چارہ ٹکریں مارتا پھرے گا اور اگر کسی کے پاس روشنی تو ہے مگر طاقت نہیں تو بھی مسجد نہیں پہونچ سکتا، علم ہے سمجھے کہ یہ راستہ ہے مسجد کا، جانتا ہوں مگر نہیں مسجد پہونچ پاتا، طاقت نہیں، بیماری و کمزوری ہے، تو عمل کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہے روشنی اور طاقت، ایسے ہی دینی عمل کے لئے ضرورت ہے ایک تو روشنی کی، جنت کے عمل کے لئے یہاں کی روشنی کافی نہیں ہوگی، اس کے لئے وہاں کی روشنی کی ضرورت ہوگی اور وہ ہے علم دین، جو شخص ایک بات ایک مسئلہ دین کا سیکھتا ہے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جنت کا راستہ آسان کر دیتے ہیں اس کے لئے، ایک چیز تو روشنی ہے وہ تو علم دین سے حاصل ہوگی، اب اس کے بعد عمل کے لئے دوسری چیز جو طاقت ہے اس کی بھی ضرورت ہے کیونکہ بغیر اس کے علم پر عمل نہیں ہو سکتا، طاقت کس چیز سے پیدا ہوتی ہے؟ طاقت دو باتوں سے پیدا ہوتی ہے اللہ کی محبت اور اس کے خوف سے، دنیا میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ طاقت دو باتوں سے پیدا ہوتی ہے، ایک شخص بے چارہ بیمار بھی ہے کمزور بھی ہے اس سے کہا جائے کہ دیکھو آٹھ بج رہے ہیں اگر پندرہ منٹ میں مسجد پہنچ جاؤ تو سو روپیہ ملیں گے تو اب بیچارہ گھسٹ گھسٹ کر کوشش کر رہا ہے کہ کسی طریقہ سے وقت کے اندر وہاں پہونچ جائے، اسی طرح اس سے کہا جائے کہ دیکھو آٹھ بج رہے ہیں اگر یہاں سوا آٹھ بجے پائے جاؤ گے تو جیل خانہ میں بند کر دئے جاؤ گے، تو اب یہاں سے بھی جلدی بھاگ جائے گا،

گھسٹ گھسٹ کر، بات کیا ہے؟ حالانکہ وہ مریض ہے، بیمار ہے، کمزور ہے مگر ایک جگہ محبت ہے، اور ایک جگہ خوف ہے کہ جس سے اس میں طاقت پیدا ہوگئی، اور وہ چلنے لگا، تو علم پر عمل کیوں نہیں ہوتا؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ یا تو اللہ تعالیٰ کی محبت کی کمی ہے، یا خوف کی،

علم پر عمل نہ ہونے کی حسی مثال

علم ہو مگر عمل نہ ہو تو اس کی میں ایک حسی مثال دیا کرتا ہوں کہ جیسے کار کے چلنے کے لئے جہاں روشنی کی ضرورت ہے وہیں پٹرول کی بھی ضرورت ہے، روشنی تو بیٹری سے پیدا ہوتی ہے، بیٹری بڑی عمدہ ہے روشنی کھولو تو دور تک چلی جارہی ہے لیکن پٹرول نہیں تو کار نہیں چلے گی، تو بھائی، اسی طریقہ سے علم کے ساتھ اللہ کی محبت کا پٹرول ہونا چاہئے، بس اس کے بعد پھر تو یہی وجہ ہے کہ بعضے عامی آدمی جنھیں، ہم جاہل کہتے ہیں وہ عمل میں پختہ و مضبوط ہوتے ہیں، کیوں؟ اللہ کی محبت پہلے سے پیدا ہوگئی ہے، اب ان کے اندر علم کی ضرورت ہے، علم آیا بس عمل شروع ہوگیا، اس کے برخلاف بہت سے عالم ہوتے ہیں کہ ان میں علم تو ہوتا ہے لیکن اللہ کی محبت نہیں ہوتی جس کی وجہ سے عمل نہیں ہوتا، چنانچہ یہیں ایک صاحب نے ہم کو قصہ سنایا کہ ہم ایک صاحب کے معتقد تھے، ان کا وعظ و تقریر عمدہ ہوتا تھا، یہاں ان کو تقریر کے لئے بلایا، گیارہ بجے سے ڈیڑھ بجے رات تک تقریر کی ڈھائی گھنٹہ، نماز اور جماعت پر بڑی عمدہ تقریر کی، پھر ڈیڑھ بجے جلسہ کر کے دو بجے آئے، پھر جو سوئے تو صبح آٹھ بجے اٹھے، تو علم کتنا ہے، مگر عمل نہیں ہے، وہ صاحب کہنے لگے کہ ہم نے کہا کہ ارے بھائی یہ تو ٹیپ ریکارڈر ہوگئے، بول دئے سنا دیا، چنانچہ اس کے بعد سے ان کو بلانا چھوڑ دیا۔

اللہ کی محبت و خشیت کے لئے بھی محنت کی ضرورت ہے

اصل چیز جو ہے بھائی، وہ علم کے ساتھ عمل ہے، آج علم کے حاصل کرنے میں تو لوگ بہت وقت لگاتے ہیں، آٹھ برس اور دس برس، لیکن اللہ کی محبت اور خشیت پیدا کرنے کے لئے سال چھ مہینہ بھی نہیں خرچ کرتے، یہی وجہ ہے بد عملی

کی، ایک شخص اہل حق کے مدرسوں میں پڑھتا ہے اور جا کر کے اہل بدعت کے مدرسوں اور مسجدوں میں ملازمت کرتا ہے، یہ کیا بات ہے؟ یہ عمل کی کمی ہے، اس لئے کہتے ہیں کہ چلو تھوڑے دن چلیں، اچھا ہے کام کریں، پھر اصلاح کریں گے پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود ہی انھیں کے رنگ میں، رنگ جاتے ہیں، تو بھائی اصل چیز یہی ہے کہ علم کے ساتھ اللہ کی محبت اور اللہ کی خشیت پیدا کی جائے۔

محبتِ الٰہی کیسے پیدا ہو؟

اب یہ کہ اللہ کی محبت کیسے پیدا ہو اہلِ محبت کے پاس بیٹھنے سے محبت پیدا ہوگی، خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے، تو انسان کے پاس بیٹھ کر انسان نہیں بن سکتا؟ اسی لئے حدیث پاک میں ہے

اللھم انی اسئلك حبك وحب من یحبك [1] — اے اللہ ہم آپ کی محبت چاہتے ہیں اور ان کی محبت جو آپ سے محبت کرتے ہیں۔

اللہ کے انعامات واحسانات کے سوچنے سے محبت پیدا ہوگی، اللہ کے ذکر سے محبت پیدا ہوگی، انسان بات کرتا ہے تو لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے، بس میں، ہوائی جہاز میں، ریلوں میں بیٹھے چلے جا رہے ہیں سفر میں، کسی سے کچھ بات شروع کیجئے، تو بس انسیت اور تعلق پیدا ہو جائے گا، اسی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ کہتے ہیں کہ اچھا پھر آپ جب فلاں شہر میں آئیے گا تو فلاں محلہ میں آئیے گا چنانچہ وہاں گئے، کھایا و پیا تعلق و دوستی پیدا ہو گئی تو یہ لگاؤ صرف اس وجہ سے ہوا کہ سفر میں ساتھ ہوا، تھوڑی بہت بات چیت ہوئی جس سے آپس میں دوستی ہو گئی، حالانکہ اس سے پہلے نہ کوئی تعارف تھا، اور نہ کوئی تعلق تھا، جب ایک اجنبی شخص سے بات چیت تھوڑی دیر کرنے سے لگاؤ ہو جاتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ جو محسنِ اعظم اور خالق و مالک ہیں جب ان سے کوئی باتیں کرے تو کیا اللہ کی محبت پیدا نہیں ہوگی؟ اور اس سے

---

[1] مشکوٰۃ ۲۱۹/۱

تعلق قوی اور مضبوط نہیں ہوگا؟ ضرور ہوگا، اور اللہ سے باتیں کرنا کیا ہے؟ اللہ کا ذکر کرنا ہے، جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے وہ اللہ سے باتیں کرتا ہے، حدیث میں ہے

انا معہ اذا ذکرنی ؎۱ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں

دینی مشغولیت کے وقت سلام کیوں منع ہے؟

اسی لئے حکم ہے کہ جب کوئی شخص ذکر کرتا ہے، دینی کاموں میں مشغول ہو، تو اس وقت سلام کرنا منع ہے، کیونکہ سلام کا حاصل ہے کہ ہماری طرف متوجہ ہو، اور وہ اللہ کی طرف متوجہ ہے، اور وہ کہہ رہا ہے کہ ہماری طرف متوجہ ہو اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی بڑے افسر سے بات کر رہا ہو، اور کوئی ماتحت چپراسی اس سے کہے کہ بھیا ادھر آؤ ذرا، تو اس کا یہ کہنا اس موقع پر حماقت کی بات ہے یا نہیں؟ اسی لئے ایسے موقع پر سلام کرنے کو منع کر دیا گیا۔

انسان فکر میں رہے

انسان اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں میں غور کرے کہ آسمان کیسے بنایا؟ زمین کیسی بنائی؟ آسمان اتنا بڑا بنایا کہ اس کا کہیں ستون نہیں، بلا ستون کے بنایا، سورج بنایا، چاند بنایا، اس کی روشنی کیسی ہے؟ ساری دنیا میں کہیں چلے جاؤ بس یہی ایک چاند ہے کہ اس کی روشنی پھیل رہی ہے تو اس غور و فکر سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی بڑائی کا استحضار ہوگا۔

زیادہ بولنے کا نقصان

پھر یہ کہ سکوت اختیار کرے، بلا ضرورت نہ بولے، خاموش رہنے کے بڑے فوائد ہیں زیادہ بولنے سے دو طاقتیں خرچ ہوتی ہیں جیسے ٹارچ میں سیل ہوتا ہے کہ بار بار اس کو اگر بلا ضرورت جلایا جائے تو اس کی طاقت گھٹے گی اور جلد ہی سیل ختم ہو جائیں گے، ایسے ہی زیادہ بولنے سے دماغ کی

؎۱ مشکوٰۃ ۱/۱۹۶

طاقت خرچ ہوئی، اور اس سے حافظہ پر اثر ہوگا۔

حافظہ بڑی قابل قدر نعمت ہے

حافظہ بڑی نعمت ہے، اس کی قدر کرنا چاہئے اور اس کی حفاظت کرنا چاہئے اور لوگوں کے کیسے کیسے حافظے ہوئے ہیں، اور اس کی کیسی حفاظت کی ہے؟ بعض لوگوں نے بتلایا کہ مکہ میں شیخ بن باز کے متعلق جو کہ بڑے عالم ہیں، اور ان کا شمار وہاں کے بڑے علما میں ہے ان کی بینائی دس بارہ سال کی عمر میں بیماری سے چلی گئی تو ڈاکٹروں نے ان سے کہا کہ اب ایسی مشینیں اور دوائیں تیار ہوگئی ہیں کہ اگر آپ آپریشن کروالیں تو آپ کی بینائی واپس آسکتی ہے، تو انھوں نے پوچھا کہ حافظہ پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا؟ اس میں کوئی کمی تو نہیں آئے گی؟ ڈاکٹروں نے بتلایا کہ کچھ تو کمی آجائے گی انھوں نے کہا کہ پھر تو مجھے ایسے ہی رہنے دو تو انھوں نے حافظہ کی حفاظت کے لئے بینائی کو پسند نہیں کیا، کتنی بڑی بات ہے! ساری زندگی نابینا ہونے کی حالت میں رہنا پسند کرلیا مگر حافظہ پر کوئی اثر پڑے اس کو پسند نہیں کیا، لکھنؤ کے بعض لوگوں نے بیان کیا کہ وہاں بعض نابینا ایسے تھے کہ کپڑے کو ہاتھ سے چھو کر بتلادیا کرتے تھے کہ یہ کپڑا سادہ ہے یا چھینٹ دار ہے، رنگین ہے یا سفید، بات یہ ہے کہ بعض لوگوں کے دل کو اللہ تعالیٰ روشن کردیتے ہیں، بجائے آنکھوں سے دیکھنے کے وہ دل کی روشنی سے معلوم کرلیتے ہیں، ایک بزرگ گزرے ہیں ان کا نام ہی بینا دل تھا، جیسے چراغ کی روشنی ہوتی ہے، گیس کی روشنی ہوتی ہے ٹارچ کی روشنی ہوتی ہے، ایسے ہی دل کی بھی روشنی ہوتی ہے جو بعضوں کو عطا ہوتی ہے۔

علامہ کشمیریؒ کا حافظہ

اور قریب ہی زمانہ میں بعضے قوی حافظہ والے لوگ گزرے ہیں، مولانا انور شاہ کشمیریؒ دیوبند کے مدرسہ کے صدر مدرس تھے، بڑے عالم تھے، ان کے متعلق حضرت مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہم نے سنایا کہ شاہ صاحب سبق میں فتح القدیر اور فتح الباری وغیرہ کا حوالہ نہیں دیتے تھے بلکہ اس کی عبارتیں پڑھا کرتے تھے

ایک مرتبہ طلبہ سے فرمایا کہ تم سوچتے ہوگے کہ میں ان کتابوں کو رات میں، دیکھ کر آتا ہوں اور تمہارے سامنے اس کی عبارت پڑھ دیتا ہوں، ایسا نہیں ہے بلکہ فلاں کتاب کو دیکھے ہوئے اتنا عرصہ ہوا، فلاں کتاب کو دیکھے ہوئے اتنا عرصہ ہوا جو مضمون دیکھتے وہ محفوظ ہو جاتا، ان کا دماغ بالکل ایسا تھا کہ دیکھنے کے بعد اس میں دیکھا ہوا چھپ جاتا تھا، تو حافظہ بڑی نعمت ہے اس کی حفاظت کرنا چاہئے۔

حافظہ کو کمزور کرنے والی چیزیں

حافظہ کو کمزور کرنے والی چیزوں میں ترش چیزوں کا استعمال کرنا ہے، جو چیزیں کھٹی ہیں اور ترش ہیں اس سے حافظہ کمزور ہو جاتا ہے، حضرت شاہ صاحبؒ ترش چیزوں کو نہیں استعمال کرتے تھے ساری عمر اپنے حافظہ کے لئے آم نہیں استعمال کئے اس لئے اس میں ترشی ہوتی ہے ہم ترش چیزوں کا کتنا استعمال کرتے ہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ اس میں لذت اور مزہ آتا ہے، ایسے ہی زیادہ پانی پینا اس سے بھی حافظہ کمزور ہوتا ہے، کیونکہ اس سے بلغم بنتا ہے اور بلغم سے حافظہ پر اثر پڑتا ہے، اور انھیں چیزوں میں جن سے حافظہ کمزور ہوتا ہے گناہ بھی ہے، حضرت امام شافعیؒ کے استاد حضرت وکیعؒ، ان سے اپنے حافظہ کی شکایت کی۔

شکوتُ الی وکیع سوء حفظی

جیسے دوسرے لوگوں کا حافظہ ہے ویسا میرا حافظہ نہیں ہے، یعنی حافظہ تو ہے لیکن جیسے فلاں کا ہے ویسا نہیں ہے، اس کی شکایت انھوں نے اپنے استاد حضرت وکیعؒ سے کی تو انھوں نے فرمایا

فاوصانی الی ترك المعاصی

انھوں نے گناہ کے چھوڑنے کا حکم فرمایا، کیوں؟

فان الحفظ نور من الله   ونور الله لا یعطیٰ لعاصی

اس لئے کہ حافظہ نورِ الٰہی ہے، اور اللہ کا نور گنہگار کو نہیں دیا جاتا ہے، اس لئے بھائی گناہ سے بہت بچے اور جو چیزیں حافظہ کے لئے نقصان دہ ہیں ان سے بھی احتیاط کرے۔

روحانی لقوہ کیا ہے؟

ارشاد فرمایا کہ جسمانی لقوہ جس طرح صورت کو بگاڑ دیتا ہے ایسے ہی روحانی لقوہ دل کو بگاڑ دیتا ہے، روحانی لقوہ کیا ہے؟ گناہ ہے، گناہ کرنے سے دل پہ سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے اور وہ بڑھتا رہتا ہے، نتیجۃً ہوتا ہے کہ انسان کا دل پورا سیاہ ہو جاتا ہے اور برباد ہو جاتا ہے، اس لئے گناہوں سے بچے اور تقوی اختیار کرے

نماز آنکھوں کی ٹھنڈک ہے

ارشاد فرمایا کہ، باجماعت نماز میں ضعفاء کی رعایت ضروری ہے، اس لئے امام کو ہر نوع کا خیال کرنا چاہئے نماز میں اس کی رعایت مناسب ہے البتہ شب و روز کی سنن و نوافل میں طولِ قیام خشوع خضوع اور اسی کے مناسب رکوع وسجود اطمینان کے ساتھ ادا کرنا چاہئے، نماز ایسی عبادت ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرۃ عینی فرمایا ہے، لہذا امت کو بھی اس کا لحاظ کرنا چاہئے اور ایسی نماز پڑھنا چاہئے کہ آنکھ کو ٹھنڈک اور قلب کو سرور حاصل ہو، جو نماز قیام وقعود رکوع وسجود کی عمدگی اور سنن وآداب کی رعایت کے ساتھ ادا کی جاوے گی وہ نماز نجات کے لئے بمنزلہ سند کے ہے، اللہ کے نیک بندے ایسی عبادت کرنے والے اس وقت بھی ہیں مگر فرق اتنا ہے کہ پہلے سارے کے سارے مسلمان اس دولت سے مالا مال تھے اور اب یہ حالت محدود رہ گئی ہے کچھ مخصوص اللہ والوں میں، ضرورت ہے کہ ہم سب اس طرح نماز پڑھیں کہ اس حدیث کے مطابق ہم سب کو عینی ٹھنڈک اور قلبی فرحت حاصل ہو۔

شریعت میں کوئی چیز منحوس نہیں

ارشاد فرمایا کہ پہلے زمانہ میں صفر کے مہینہ کو لوگ منحوس خیال کرتے تھے، حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی لوگوں میں یہ خیال موجود تھا، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لاصفر فرماکر اصلاح فرمائی، کسی شئی میں نحوست نہیں ہے، ہندوستان میں بھی لوگ اس مہینہ کو منحوس خیال کرتے ہیں، حتیٰ کہ ۱۳ر صفر تک کو تو بہت ہی منحوس جانتے ہیں، شادی وغیرہ کوئی خوشی کا کام اس میں کرنا اچھا خیال نہیں کرتے یہ خیال مسلمانوں کے لئے خلافِ شریعت ہے

شریعت نے کسی چیز کو منحوس قرار نہیں دیا ہے، اس لئے اس قسم کے خیالات سے احتیاط کرنا ضروری ہے۔

تبلیغ کا حکیمانہ اصول

ارشاد فرمایا کہ دینی کام کرنے والوں کو خصوصاً تبلیغ وارشاد کے کام انجام دینے والے حضرات کو لوگوں کی بہت رعایت کرنی چاہئے، ورنہ بجائے تبشیر کے تنفیر ہو جاتی ہے جو کہ محرومی کا سبب ہے، اور یہ بہت مضر ہے، جیسا کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں نینی تال گیا، ساتھ میں شیروانی صاحب تھے، ان کا وہاں اثر بھی تھا دینی اور دنیوی لحاظ سے، چنانچہ انھوں نے مسجد میں اعلان کیا کہ حضرات آپ بعد نماز ٹھیر جائیں دس منٹ کچھ دینی باتیں سنائی جائیں گی۔ چنانچہ گھڑی دیکھ کر میں نے بیان شروع کر دیا ٹھیک دس منٹ بیان کرنے کے بعد بیان کو ختم کر دیا، اور دوران بیان میں نے کہا کہ بیان کرنے والوں کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ بیان موقت ہو، دوسرے یہ کہ غیر موقت، بیانِ موقت کی صورت میں بیان کرنے والے کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وقتِ مقررہ سے زیادہ بیان کرے، البتہ غیر موقت ہونے کی صورت میں بیان کرنے والے کو اختیار ہے کہ بیان کو لمبا کرے یا کم کردے جیسی مصلحت اور تقاضا ہو اس کے موافق معاملہ کرے، چنانچہ میرے بیان کے بعد مسجد کے امام صاحب نے کہا کہ آج یہ پہلا بیان ہے جو کہ مقررشدہ وقت پر ختم کر دیا گیا اس سے پہلے اس مقام پر کسی بیان کرنے والے نے وقت کی ایسی پابندی کے ساتھ بیان نہیں کیا، اس لئے وعظ و بیان میں ان امور کا لحاظ ہونا ضروری ہے، کیونکہ مبلغ کو مثل پوسٹ مین کے معاملہ رکھنا چاہئے تاکہ دوبارہ جانے پر لوگ دیکھ کر خوش ہوں جس طرح پوسٹ مین کو دیکھ کر خوش ہوا کرتے ہیں کہ اگر منی آرڈر نہ لایا ہوگا تو کم از کم کارڈ و لفافہ تو مل ہی جائے گا نہ کہ پولیس مین کی طرح کہ دیکھ کر توحش ہو کہ خدا کرے کہ یہ اس طرف رخ نہ کرے اسی لئے نماز پڑھانے وعظ و تبلیغ وغیرہ کرنے میں مجمع کا لحاظ کرنا بہت ہی ضروری ہے ورنہ کوئی کام طبیعت پر جبر ڈال کر لینے سے ایک دو مرتبہ تو کام لینا اس طرح ممکن ہے مگر پھر ہمیشہ کے لئے ختم ہو جانے کا

اندیشہ ہے مثلاً بیان یا وعظ کے اعلان میں یہ کہا کہ بھائی تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر جایئے دین کی باتیں سنائی جائیں گی اب اگر بیان طویل کر کے لوگوں کو گھیر لیا گیا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ پھر آئندہ لوگ اس قسم کے اعلان پر ٹھہرنا بھی گوارا نہ کریں گے بلکہ ایسے موقع پر فرض پڑھ کر سنت گھر ہی میں پڑھنے کی کوشش کریں گے یا وعظ کے بعد چندہ وغیرہ کی اسکیم یہ بھی دین میں تنفیر پیدا کرنے کی ایک صورت ہے اس لئے کہ لوگوں کو بلایا گیا دین کی بات سننے سنانے کے لئے اور بعد کو چندہ کا سوال کرنے کا نتیجہ ہوگا کہ ایسے عالم اور واعظ کو دیکھ کر لوگوں کے دلوں میں یہ خیال ہوگا کہ آ گئے چندہ مانگنے کے لئے اس لئے علما کو چندہ کا کام کرنا مناسب نہیں ہے حضرت والا حکیم الامت نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ علما کا چندہ کرنا تو جائز ہے مگر سب سے گھٹیا درجہ کا کام ہے اسی وجہ سے میں سختی کے ساتھ چندہ کرنے کو علما کو منع کیا کرتا ہوں کہ اس سے دین اور اہلِ دین کی بے وقعتی ہوتی ہے اور علما کو خصوصیت کے ساتھ ایسے کام سے بچنا چاہئے جس سے دین یا اہلِ دین کی بے وقعتی ہوتی ہے ترغیب دینے میں حرج نہیں بلکہ پسندیدہ اور مامور بہ ہے۔

یک در گیر و محکم بگیر

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگوں کی یہ عادت ہے کہ کئی کئی بزرگوں سے تعلق رکھتے ہیں اور سب سے جا کر تعلیم کی درخواست کرتے ہیں اور ایک کی تعلیم دوسرے سے پوشیدہ رکھتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زندگی ختم ہو جاتی ہے اور کسی کام کے نہیں ہوتے بھلا ایک مریض کئی ڈاکٹروں سے علاج کروائے اور ایک ڈاکٹر کی تجویز کو دوسرے ڈاکٹر سے پوشیدہ رکھے تو کس طرح صحت یاب ہو سکتا ہے ؟ اور ایسے آدمی کو احمق کے سوا اور کیا کہیں گے ؟ آدمی کو چاہئے کہ ایک کا ہو رہے اور سارے دروں سے منھ کو موڑے اور جم کر علاج کرائے اطلاعِ حالات اور اتباعِ تجویزات پابندی سے کرے ان شاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہو کر رہے گا ورنہ اس کی مثال ایسی ہوگی کہ جیسے ایک بے حیا شخص نے اپنی لڑکی کی شادی دو آدمیوں سے کر دی تھی اور ہر ایک سے یہ شرط ٹھہرائی کہ چھ ماہ تمہارے یہاں رہے گی

اور چھ ماہ میرے یہاں، ایک شوہر نے بیوی کے لئے ایک عمدہ شال لاکر دی تھی اور جب بیوی اس کے یہاں سے دوسرے شوہر کے یہاں گئی تو وہ شال بھی اتفاق سے لیتی گئی تو ایک مرتبہ دوسرا شوہر اسی شال کو اوڑھ کر باہر ایک مجلس میں شرکت کی، اتفاق سے دوسرا شوہر بھی اس مجلس میں شریک تھا شال کو دیکھ کر پہچان گیا کہ یہ شال تو میری ہی ہے مگر کس طرح اس سے معلوم کرے؟ تو اس نے بڑے لطیف حیلہ سے یہ دریافت کیا کہ یہ شال بڑی عمدہ ہے آپ نے اس کو کس دوکان سے خریدا ہے؟ مجھے بتا دیجئے میں خریدوں گا اس نے کہا کہ یہ مجھے سسرال سے ملی ہے، اس نے کہا کہ آپ کی سسرال کہاں ہے؟ اس نے بتایا کہ فلاں جگہ۔ ان باتوں سے اس کا شبہ بڑھتا گیا، چنانچہ اس نے کہا کہ بھائی مہربانی کر کے مجھے ان کا گھر بتا دیجئے خیر وہ دونوں گئے تو معلوم ہوا کہ دونوں کی سسرال ایک ہی جگہ ہے اور ایک ہی لڑکی کے یہ دونوں شوہر ہیں تو اب نتیجہ کیا ہوا؟ کہ دونوں نے مل کر اس لڑکی والے کی خوب مرمت کی اور بری طرح سے پٹائی کی، تو بھائی بات یہ ہے کہ ہرجائی کا یہی حال ہوتا ہے کہ رسوا ہونا پڑتا ہے اس لئے ایک ہی دَر کا ہو کر رہنا چاہئے اور اسی میں کامیابی ہے اپنا مذاق یہ رکھنا چاہئے جیسا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا ہے ؎

میں ہوں اور حشر تک اس در کی جبیں سائی ہے

سرِ زاہد نہیں یہ سر، سرِ سودائی ہے

اللہ والوں کی شانِ عبدیت

ارشاد فرمایا اللہ والوں کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ حتی الامکان اوامر کے بجالانے کی سعی کرتے ہیں، اور نواہی سے بچنے کی پوری پوری فکر رکھتے ہیں اور عبادات کو عمدہ سے عمدہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں اور ہر وقت ہر عبادت کے بعد نتیجہ کا غم سوار رہتا ہے کہ معلوم نہیں کہ میاں کو کیا بات پسند نہ آئی ہو جس کی وجہ سے انجام خراب ہو جائے، جس طرح ایک طالب علم ہوشیار، اور ذہین ومحنتی ہو اور امتحان میں

عمدہ پرچہ لکھنے والا ہو ، اور اپنی سمجھ سے کوئی کسر اٹھا نہ رکھتا ہو، اور سب مضامین پر خوب غور و فکر کر کے عمدہ سے عمدہ لکھتا ہو، مگر ان سب باتوں کے باوجود جب تک نتیجہ سامنے نہیں آتا اس کو یہ فکر رہتی ہے اور ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ممتحن کے مذاق کے خلاف کوئی ہندسہ، اور نقشہ میں کوئی زاویہ یا پرچہ میں کوئی جملہ رہ گیا ہو جس کی وجہ سے نتیجہ عمدہ نہ ہو، اسی طرح اللہ والے سارے کام کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان سے ڈرتے رہتے ہیں، اور معافی طلب کرتے ہیں کہ اے اللہ ہماری عبادات اور معاملات میں جو کچھ غلطی ہوئی ہو اپنے کرم سے معاف فرما کر قبول فرمالیجئے۔

جس نعمت کا تحمل ہو اس کو اختیار کرے

واقعہ :۔ ایک مرتبہ بعدِ عصر کی مجلس ہو رہی تھی کہ بوندا باندی کا سلسلہ شروع ہو گیا جس کی وجہ سے شرکائے مجلس دالان میں جانے کے لئے اٹھے اس پر حضرت والا مدظلہٗ نے فرمایا کہ بھائی، اگر ایسے موقع پر کوئی سوال کرے کہ اللہ کی رحمت سے بھاگتے ہو تو کیا جواب دو گے ؟ مختلف حضرات نے اپنے اپنے طور پر اس کے جوابات دیئے، آخر میں حضرت والا مدظلہٗ ہی سے اس کے جواب کی درخواست کی گئی اس پر

ارشاد فرمایا کہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری نعمتیں ہیں، جس طرح بارش نعمت و رحمت ہے ، اسی طرح سایہ دار جگہ بھی نعمت و رحمت ہے ، دھوپ نعمت ہے ، سایہ بھی نعمت ہے۔ سردی بھی نعمت ہے ، اور گرمی بھی نعمت ہے، اب ہر نعمت کو نعمت اور رحمت ہی خیال کرتے ہوئے اپنے حسبِ حال جو نعمت ہو اس کو اختیار کرنا اور باقی نعمت کو نعمت ہی یقین کرتے ہوئے دوسری نعمت کی طرف منتقل ہو جانا یہ خلافِ ادب اور اعراض عن النعمت و رحمت نہیں ہے، مثلاً ضرورت پر دھوپ سے سایہ میں ہو جانا یا سایہ سے دھوپ میں ہو جانا خلافِ ادب نہیں ہے ، اور ایسا کرنا یہ نعمت

سے اعراض اور بھاگنا نہیں ہے، بلکہ طلب دوسری نعمت ورحمت کی ہے۔
ہاں اگر کوئی رحمت ونعمت کو مثلاً بارش ہو یا دھوپ ہو، یا سخت سردی ہو، یا سخت گرمی ہو ان کو یہ خیال کرے کہ یہ مناسب اور ٹھیک نہیں، پھر دوسری طرف منتقل ہو تو یہ برا ہے، اور ایسا کرنا منع ہے، بلکہ یہ خیال کرکے کہ سب کی سب اللہ کی نعمت ورحمت ہے مگر ہم اس نعمت کے بسبب اپنے ضعف کے متحمل نہیں ہیں اس لئے جس نعمت ورحمت کا تحمل ہے اس کی طرف منتقل ہو رہے ہیں تو یہ صحیح ہے اور درست ہے۔ اور اس کو نعمت سے اعراض نہیں کہا جائے گا، اور ایک نعمت سے دوسری نعمت کی طرف منتقل ہونے کی دعا بھی کرنا چاہئے، مثلاً بیماری بھی رحمت ہے اور صحت بھی رحمت ونعمت ہے مگر صحت کے لئے دعا کرنا اور امراض سے پناہ اور عافیت چاہنا یہ صحیح ہے، اور اسی طرح دعا کرے کہ اے اللہ یہ بیماری بھی آپ کی نعمت ہے مگر ضعیف ہوں اس کا متحمل نہیں ہوں اس لئے آپ اپنے فضل وکرم سے صحت کی نعمت سے نواز دیجئے، اور بیماری کی نعمت کو صحت کی نعمت سے بدل دیجئے، اور اس کے لئے تدبیر اور علاج بھی کرنا مسنون ہے، بلکہ بعض اوقات ضروری ہے، تو حاصل یہ ہوا کہ ایک نعمت سے دوسری نعمت کی طرف منتقل ہونا، پہلے کو نعمت ورحمت خیال کرتے ہوئے اور اپنے کو ضعیف خیال کرتے ہوئے بغیر اعتراض وتنفر کے منتقل ہونا صحیح ہے اور مناسب ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

شیخ کی مجلس میں غیبت ہو تو کیا کرے؟

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا اگر کسی کے شیخ کی مجلس میں کسی کا ذکر بطور غیبت کے آئے اور یہ گمان غالب ہو جائے کہ یہ ذکر غیبت مذمومہ میں داخل ہے تو اس کو اس مجلس سے الگ ہو جانا ضروری ہے یہ بالکل ایسا ہے کہ بارش اللہ کی رحمت ونعمت ہے مگر جب اولے پڑنے لگیں تو کیا وہاں

سے ہٹ کر کسی محفوظ جگہ پر انسان نہیں جائے گا؟ اسی طرح شیخ کی مجلس رحمت و برکت ہے لیکن جب غیبت کے اولے پڑنے لگیں تو وہاں سے ہٹ جانا چاہئے۔

(اس پر ایک صاحب نے سوال کیا کہ پھر تو ایسی حالت میں شیخ کی طرف سے قلب میں تکدر ہوگا جو کہ باطن کی خرابی کا سبب ہو جائے گا۔ اس پر)

ارشاد فرمایا کہ تکدر ضرور ہوگا، مگر عقلی تکدر ہونا چاہئے نہ کہ طبعی، اور اس تکدر کے دور کرنے کی صورت یہ ہے کہ یہ خیال کرے کہ یہ غیبت میرے نزدیک غیبت مذمومہ میں داخل ہے اس لئے میرا الگ ہونا ہی ضروری ہے، مگر ہو سکتا ہے کہ شیخ کے نزدیک غیبت ضروریہ میں داخل ہو، یا بشری کمزوری کی بنا پر ایسا ہو گیا جو کہ تھوڑے سے تنبہ سے ٹھیک ہو جائے گا۔ یعنی توفیق توبہ مل جائے گی۔

گناہ کی عادت یہ ولایت کے منافی ہے

اگر کسی شیخ کی مجلس میں برابر غیبت ہو اور وہ شیخ غیبت کا عادی ہو تو ایسا شیخ، شیخ بنانے کے قابل نہیں بلکہ ایسے شیخ سے تعلقات منقطع کر لینا ضروری ہے، اس لئے کہ گاہے بگاہے ایسی غلطیوں کا صادر ہو جانا یہ بزرگی کے خلاف نہیں، مگر کسی گناہ کا عادی ہونا یہ بزرگی کے خلاف ہے، اور گناہ پر اصرار کرنے والا شخص قابلِ اتباع نہیں ہے۔ ایسے شخص کی صحبت کو ترک کرنا ضروری ہے۔

کام کو سلیقہ سے کرنا یہ بھی مطلوب ہے

ارشاد فرمایا کہ ایک تو درجہ ہے ضرورت کا یہ تو مطلوب ہی ہے، اور ایک درجہ ہے خوشنمائی اور خوب صورتی و ترتیب کا، یہ بھی مطلوب ہے، مثلاً کسی نے ٹوپی الٹی سر پر رکھی ہے تو اس سے بھی سر پوشی کی ضرورت حاصل ہے مگر سیدھی ٹوپی رکھنے کا حکم ہے تاکہ ضرورت پوری ہونے کے ساتھ ساتھ خوشنما و بھلی بھی معلوم ہو، اسی طرح کسی نے پائجامہ الٹا پہن رکھا ہے تو اس سے ستر پوشی کی ضرورت حاصل ہے مگر سیدھا پہننے کے لئے

کہا جاتا ہے تاکہ دیکھنے میں بھی خوشنما اور بھلا معلوم ہو، اسی طرح اور سارے کام ہیں، تو اس سے معلوم ہوا کہ ترتیب اور سلیقہ سے کام کو انجام دینا بھی مطلوب اور پسندیدہ ہے چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کو حکم دیا گیا وَقَدِّرْ فِی السَّرْدِ[1] کہ زرہ بنانے میں اس کی جو کڑیاں ہیں ان میں تناسب کے ساتھ لگائیے تو حاصل یہ کہ شریعت میں ہر کام کو نظم اور ترتیب سے کرنے کا حکم ہے، بے ڈھنگے طریقے سے کام کو انجام دینے سے اگرچہ مقصد حاصل ہو جائے گا لیکن یہ پسندیدہ نہیں ہے، اسی لئے ہر کام کے لئے ہدایات ہیں اور اس کے آداب ہیں کہ ان کی رعایت کرتے ہوئے اس کو انجام دیا جائے تاکہ دونوں چیزیں حاصل ہوں۔

شریعت میں صفائی کا حکم ہے

ارشاد فرمایا کہ صفائی و ستھرائی کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے، اور یہ مطلوب بھی ہے۔

ان اللہ تعالیٰ جمیل یحب الجمال[2]

اللہ تعالیٰ جمیل ہے، اور جمال کو پسند کرتا ہے۔

چنانچہ کپڑا، بدن، ناک، دانت، آنکھ، مکان وغیرہ کو صاف ستھرا رکھنے کا حکم ہے، بلکہ بعض اوقات اور حالات میں تو صفائی و ستھرائی واجب اور ضروری ہے، مگر آج کل بہت سے لوگ صفائی و ستھرائی کے اہتمام کو اچھا نہیں سمجھتے بلکہ اس کو دوسروں کی چیز خیال کرتے ہیں، یہ ناواقفیت کی بات ہے، چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ سورت کے علاقہ میں ایک انگریز مسلمان ہو گئے تھے۔ اتفاق سے ایک بار کسی ایسی مسجد میں نماز کے لئے گئے کہ جس کے وضو کے حوض میں صفائی نہ تھی، اور نالی بھی گندی تھی، کائی اور ناک وغیرہ لگی ہوئی تھی، یہ دیکھ کر انھوں نے کہا کہ آپ لوگ کتنے گندے ہیں کہ اسی حوض میں برابر وضو کرتے ہیں مگر اس کی صفائی کا خیال نہیں کرتے، اس پر لوگوں نے ان کو جواب دیا کہ ابھی تمہارے دماغ سے انگریزیت کی بو نہیں گئی، تو صفائی ستھرائی کو انگریزوں

---

[1] پ ۲۲ ع [2] الجامع الصغیر ۱/۶۹

کی چیز سمجھا جانے لگا، یہ ناواقفیت کی بات ہے، صفائی ستھرائی یہ مسلمانوں کی چیز ہے اصل میں، اسلام نے اس کی تعلیم دی اور اس کی ہدایت دی۔ انگریزوں نے اس کو اسلام ہی سے سیکھ کر اس کو اپنایا ہے اس لئے صفائی وستھرائی کا خاص طور پر اہتمام کرنا چاہیئے۔

گناہ کی عادت ختم ہونے کے لئے توبہ کافی نہیں

ارشاد فرمایا کہ توبہ استغفار سے گناہ تو معاف ہوجاتے ہیں، مگر گناہ کی عادت ختم ہونے کے لئے ہمت اور مجاہدہ کرکے اس کو چھوڑنے کی ضرورت ہے، مثلاً کسی کو بدنگاہی کا مرض ہے اور بدنگاہی کیا کرتا ہے تو اس مرض کے ختم ہونے کے لئے علاج کی ضرورت پڑے گی اور اس کا علاج یہی ہے کہ بدنگاہی کے مقامات پر ہمت کرکے نگاہ کو اٹھنے نہ دے، بار بار ہمت کرکے ایسا کرنے سے مرض جاتا رہے گا اور ہمیشہ کے لئے اس مرض سے محفوظ ہوجائے گا، اور یہ علاج اس لئے مناسب ہے کہ علاج ضد سے کیا کرتے ہیں۔ تو بدنگاہی کا مرض نگاہ اٹھانے سے ہوتا ہے تو اس کا علاج بالضدیہ ہوگا کہ ایسے مقامات پر نگاہ نہ اٹھنے دے، خواہ کتنا ہی جبر کرنا پڑے۔ یہ ابتداءً ذرا دشوار معلوم ہوگا مگر تھوڑے دنوں میں سب دشواری ختم ہوجائے گی اور اس پر عمل آسان ہوجائے گا، اسی کو حضرت خواجہ صاحبؒ نے خوب فرمایا ہے۔ ؎

دین کا دیکھ ہے خطر، اٹھنے نہ پائے ہاں نظر

کوئے بتاں میں تو اگر جائے تو سر جھکائے جا

مقصود ذکر ہے نہ کہ کیفیات

ارشاد فرمایا کہ اللہ کا ذکر کرنا ہی مقصود ہے، کیفیات اور حالات مقصود نہیں ہیں جیسے طلبہ کا کامیاب نمبروں سے کامیاب ہونا ہی مقصود ہے، انعامات کا ملنا مقصود نہیں، جس طرح کہ دو طالب علم ہوں، ایک طالب علم عمدہ نمبروں سے کامیابی حاصل کرے مگر اس کو کسی کی طرف

سے کچھ مٹھائی اور انعام نہ ملے، جس کی وجہ سے وہ بد دل ہو کر شکایت کرتا پھرے کہ کچھ حاصل نہیں ہوا، تو لوگ اس کو کیا کہیں گے؟ یہی نا کہ بھائی اصل غرض نتیجہ کا ٹھیک ہونا ہے اور عمدہ کامیابی حاصل کرنا ہے، جس پر ہی ترقیات کا دارومدار ہے وہ تم کو حاصل ہے۔ اور مٹھائی وغیرہ یہ عارضی چیزیں ہیں کہ اس پر ترقیات کا دارومدار نہیں ہے کہ جس کے پیچھے پڑے ہو اور نہ ملنے پر افسوس کررہے ہو، اور دوسرا طالب علم کم نمبر سے پاس ہو مگر اس کی دل جوئی کے لئے کچھ مٹھائی وغیرہ مل جائے اور لوگ کچھ پیسہ وغیرہ دے دیں جس کی وجہ سے وہ اچھلتا پھرے اور لوگوں سے کہے کہ کیا خوب ہوا کہ مجھے تو فلاں فلاں چیز مل گئی، تو بتایئے کہ لوگ اس کو کیا کہیں گے، یہی کہ بھائی تو بیوقوف ہے جو چیز مدارِ اعلیٰ کامیابی و ترقی تھی اس کو تو تو کھو بیٹھا یعنی اچھے نمبروں سے کامیابی حاصل کرنا تھا مگر تم ایسا نہ کر سکے جس کی وجہ سے سارا نتیجہ ہی خراب ہو گیا، ساری ترقیات مسدود ہو گئیں، اور یہ عارضی چیز تھوڑی سی مٹھائی اور پیسے پر مگن اور خوش ہوتے ہو، کتنی بے وقوفی کی بات ہے، اگر اعلیٰ کامیابی حاصل ہوئی ہوتی اور کسی طرف سے کچھ نہ ملتا تو تمہارے لئے بہت بڑی دولت تھی بالکل اسی طرح ذکر کرنیوالے کو سمجھنا چاہئے اور ذکر ہی کو مقصود اور کامیابی سمجھ کر تا دم آخر ذکر میں لگا رہنا چاہئے اور حالات اور کیفیات کی بالکل فکر نہ کرنا چاہئے، اور اپنی یہ حالت ہونی چاہئے۔

یابم اورا یا نہ یابم جستجوئے می کنم
حاصل آید یا نہ آید آرزوئے می کنم

تعلق مع اللہ اصل چیز ہے

ارشاد فرمایا کہ طریق کی اصل تعلق مع اللہ ہے اسی کے لئے سب کچھ کیا کرایا جاتا ہے، اور اسی تعلق مع اللہ ہی کو صحیح اور درست کرنے کے لئے شیخ کامل سے تعلق کی ضرورت ہوتی ہے اطلاعِ حالات اور شیخ کی ہدایات کی اتباع اور اس پر عمل کرنا اسی لئے ہوتا ہے

مصلح کی ہدایات وتجویزات پر عمل کرتے کرتے تعلق مع اللہ ٹھیک اور درست ہوجاتا ہے

تعلق مع اللہ کی پہچان

اور تعلق مع اللہ ہوجانے کی علامت یہ ہے کہ ہر کام بس رضائے مولیٰ ہی کے لئے ہونے لگے، اور کسی کام میں غفلت نہ ہو بلکہ ہر کام استحضار کے ساتھ ہو۔ اور یہ استحضار اور حضور طریق کی ابتدائی منزل ہے، اس کے تسلسل اور پابندی ودوام سے فہم سلیم اور اس کے بعد خوف ورجا کے حالات درست ہوکر تعلق مع اللہ میں پختگی ہوجاتی ہے، اور اسی تعلق ہی کی درستگی سے سارے کام رضائے مولیٰ کے موافق ہونے لگتے ہیں، اور اس وقت یہ کیفیت ہوجاتی ہے ؎

سارا جہاں خلاف ہو پرواہ نہ چاہئے
مدِ نظر تو مرضیٔ جاناں نہ چاہئے
اب اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہئے، کیا کیا نہ چاہئے

دنیا جنّت وجہنم کا نمونہ ہے

ارشاد فرمایا کہ دنیا جنّت اور جہنم دونوں کا نمونہ ہے، جنّت دارالاجتماع ہے کہ اس میں جب چاہیں گے احباب اور دوستوں سے ملاقات ہوگی، یا یہ اُس کے پاس جائے گا یا وہ اس کے پاس آئے گا جو بھی صورت ہو، حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جنّت میں کشش کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہاں دوستوں کی ملاقات دائمی اور طویل ہوگی، اور جہنّم دارالافتراق ہے سب ایک دوسرے سے جدا اور علیحدہ ہوں گے۔ دنیا دارالاجتماع بھی ہے کہ احباب آگئے ملاقات ہوگئی، ایک دوسرے سے محبت کے ساتھ مل لئے، دارالافتراق بھی ہے کہ جدائی بھی ہوگی اور علیحدگی بھی ہوگی، تو دنیا میں دونوں چیزیں ہیں اجتماع بھی اور افتراق بھی اس لئے یہ جنّت اور جہنّم دونوں کا نمونہ ہے۔

اپنے کو بڑھیا نہ سمجھے

ارشاد فرمایا کہ اپنے کو بڑھیا نہ سمجھے لیکن دوسرے اگر اس کو بڑھیا سمجھتے ہیں تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے، بلکہ حدیث

پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مطلوب ہے چنانچہ دعا ہے۔

اللّٰھم اجعل فی عینی صَغیرًا — اے اللہ مجھے اپنی نگاہ میں چھوٹا اور

وفی اعین الناس کبیرًا [1] — لوگوں کی نگاہوں میں بڑا بنا دیجئے۔

دوسرے اگر اس کو بڑھیا اور بڑا سمجھیں تو اس میں فائدہ ہے کہ لوگوں کے ضرر سے محفوظ رہے گا کیونکہ جس کو بڑا سمجھتے ہیں اس کو لوگ ستاتے نہیں ہیں۔

دو عبادتیں ہمہ وقتی ہیں

ارشاد فرمایا کہ نماز، روزہ حج یہ عبادتیں تو وقتی ہیں کہ ان کے لئے وقت مقرر ہے اپنے اپنے وقت پر ان کو ادا کیا جاتا ہے، مثال کے طور پر روزہ ہے کہ کے لئے وقت مقرر ہے اس کے بعد نہیں ہوتا، مغرب کے بعد روزہ نہیں ہے، عشاء۔ بعد روزہ نہیں ہے، لیکن دو عبادتیں ایسی ہیں جو ہمہ وقتی ہیں، ایک صبر دوسرے شکر، اس لئے کہ انسان کی زندگی میں جو حالات پیش آتے ہیں وہ دو طرح کے ہوتے ہیں یا تو مزاج کے موافق یا مزاج کے خلاف، اگر حالات مزاج کے موافق ہوں تو شکر کا حکم ہے، اور اگر مزاج کے خلاف ہوں تو صبر کا حکم ہے، اور ظاہر ہے کہ ان دونوں حالتوں میں سے کوئی نہ کوئی حال ضرور ہوگا یا مزاج کے موافق یا مزاج کے خلاف تو معلوم ہوا کہ صبر اور شکر یہ دونوں عبادتیں ایسی ہیں کہ ان دونوں میں سے کوئی نہ کوئی ضرور ہوں گی یا شکر کا موقع ہوگا یا صبر کا موقع ہوگا اس لئے یہ دونوں عبادتیں ہمہ وقتی ہیں، انسان اگر چاہے تو تھوڑے سے اہتمام اور فکر سے ہمہ وقت عبادت کا ثواب حاصل کر سکتا ہے۔

داعی کی حیثیت اور اس کی ذمہ داری

ارشاد فرمایا کہ وعظ و تبلیغ سے بعض مرتبہ مخاطبین اثر لیتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بظاہر ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا ایسی صورت میں معمولی غم ہونا کہ اثر نہیں لیا یہ تو پسندیدہ ہے کیونکہ یہ تعلق اور لگاؤ کی دلیل ہے، لیکن اثر نہ لینے پر اتنا غم ہونا کہ اس

[1] حصن حصین المنزل السابع

میں گھلنے لگے، کڑھنے لگے، یہ پسندیدہ نہیں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا گیا

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰٓ اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا۔[1]

شاید آپ ان کے پیچھے غم سے اپنی جان دے دیں گے اگر یہ لوگ اس مضمون (قرآنی) پر ایمان نہ لائے

وعظ و تبلیغ کرنے والوں کی ذمہ داری بس اتنی ہے کہ بس اصول اور قاعدے کے موافق دین کی باتوں کو پہنچادے، اب یہ ہے کہ قبول کرنا اور ماننا یہ مخاطب کا کام ہے، اسی کے ساتھ اس پر بھی تو نظر رکھے کہ اللہ تعالیٰ حاکم ہیں حکیم ہیں، اس کی حکمت و مصلحت اسی میں ہے، حضرت نوح علیہ السلام نے کتنی کوشش کی کہ بیوی اور بیٹے کی اصلاح ہوجائے مگر انھوں نے نہ مانا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی خواہش تھی کہ خواجہ ابو طالب کی اصلاح ہوجائے مگر ایسا نہیں ہوا، اس سلسلہ میں مستقل آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ج وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝[2]

آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کرسکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کردیتا ہے اور ہدایت پانے والوں کا علم اسی کو ہے

جیسے پوسٹ مین کا کام ہے کہ وہ قاعدے سے پوری حفاظت سے خط و لفافہ اور تار پہنچادے، اس کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ اس میں جو لکھا ہوا ہے اس پر عمل بھی کرائے، اسی طرح دین کی دعوت اور اس کی تبلیغ کرنے والوں کا کام بھی اتنا ہی ہے، اس کو قبول کرانا اور اس پر عمل کرانا یہ ان کے فرائض میں سے نہیں ہے بلکہ یہ تو مخاطب کا کام ہے، اسی کو حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا ہے ؎

راہبر تو بس بتا دیتا ہے راہ — راہ چلنا راہرو کا کام ہے
تجھ کو راہبر لے چلے گا دوش پر — یہ تیرا راہرو خیالِ خام ہے

---

[1] پ ۱۵ ع ۱۳ [2] پ ۲۰ ع ۹

نیکیوں کو ضائع ہونے سے بچایا جائے

ارشاد فرمایا کہ طاعات اور نیکیوں کے ذریعہ انسان ثواب حاصل کرتا ہے، بالخصوص رمضان شریف میں ہر نیکی کا ثواب ستر گنا ہو جاتا ہے کہ ایک نیکی کرنے سے ستر نیکی کا ثواب مل گیا، تو اس طرح سے بہت سا ثواب حاصل ہو جاتا ہے، اور نیکیوں کا ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے، لیکن اسی کے ساتھ اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ اس کی حفاظت کی جائے، آج امت میں طاعات کا تو ماشاء اللہ بڑا اہتمام ہے، ذوق شوق سے نفل عبادات تک کی جاتی ہیں مگر نیکیوں کے فوائد اور اس کی برکات کو ضائع کرنیوالی جو چیزیں ہیں ان سے بچنے کا اہتمام نہیں ہے، بالخصوص حقوق العباد اس میں بہت کمی ہو رہی ہے، کسی پر ظلم کرنا ستانا، مارنا پیٹنا، کسی کا حق مار لینا یہ ایسے گناہ ہیں کہ جو نیکیوں کو کھا جاتے ہیں، ان سے بچنا چاہئے، ورنہ ایک طرف تو محنت و مجاہدہ کر کے نیکیوں کا ذخیرہ جمع کیا ساتھ ہی نیکیوں کو ضائع کرنے والے کام بھی کئے تو ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی، اور محنت بیکار جائے گی۔

اصلاح کا بنیادی اصول

ارشاد فرمایا کہ اخلاق کی اصلاح و درستگی، قلب کو گندے اخلاق سے صاف کرنے کے لئے اور اچھے اخلاق سے سنوارنے کے لئے بنیادی چیز یہ ہے کہ شیخ کے سامنے اپنے کو فنا کر دے، اپنی رائے اور اپنی خواہش کو مصلح کی رائے کے مقابلہ میں فنا کر دے، تب جا کر کام بنتا ہے اور اصلاح ہوتی ہے، اور یہ اصول ایسا ہے کہ جس کو جسمانی علاج کے سلسلے میں اختیار کیا جاتا ہے کہ معالج سے اپنا حال بتلاتے ہیں اور وہ جو نسخہ دوا اور پرہیز بتلاتا ہے اس کے موافق معاملہ کرتے ہیں، اس میں اپنی رائے اور خواہش کو دخل نہیں دیتے جس سے کچھ دنوں میں صحت ہو جاتی ہے، یہی اصول اس راہ میں بھی اختیار کرے تو پھر انشاء اللہ جلد اصلاح ہو جائے گی۔

مقصود دین کی خدمت ہے

ارشاد فرمایا کہ مقصد دین کی خدمت اور دین کا فائدہ ہے، مدرسہ مقصود نہیں ہے، نہ کوئی خاص ہیئتِ مدرسہ مقصود ہے کہ یہ مدرسہ ضروری ہے، یہ مدرسہ ہے جب یہ چیز پیش نظر ہوجاتی ہے تو پھر بے اصولیاں ہونے لگتی ہیں، بے اصولیوں سے چشم پوشی کی جانے لگتی ہے، نتیجہ بگاڑ اور فساد کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، مقصد کام ہے، ایک جگہ مدرسہ کھولا گیا وہ کسی وجہ ترقی نہیں کرسکا اب اسی بستی میں دوسرا مدرسہ کھلا اور اس سے لوگوں کو فائدہ ہورہا ہے تو پہلے مدرسہ والوں کو خوشی ہونی چاہئے اور ترقی کی دعا کرنا چاہئے اور یہ سوچنا چاہئے کہ بھائی مقصد دین کا کام ہے وہ کسی کے ذریعہ سے بھی ہو، ہمارے مدرسہ کے ذریعہ نہیں ہوا تو کوئی بات نہیں اسی مدرسہ کے ذریعہ ہورہا ہے، بڑی خوشی کی بات ہے کام ہورہا ہے، اور آج معاملہ الٹا ہورہا ہے، خوشی کے بجائے حسد ہوجاتا ہے کہ وہ کیوں ترقی کررہا ہے؟ جب مقصد کام ہے تو بھائی، اس دنیا کو اللہ تعالیٰ نے دارالاسباب بنایا اس لئے اسباب و وسائل اختیار کرے، جتنے اسباب ہوں اتنا ہی کام کرے اگر دس کا انتظام ہے تو داخلہ دس کا کرے، ایسی حالت میں کیا ضرورت ہے کام کو بڑھانے کی؟ انتظام سو طلبہ کا ہے داخلہ ڈیڑھ سو و دوسو کا کرلیا، اب ان کی رہائش کھانے پینے اور دیگر ضروریات کے لئے پریشان ہیں، کہیں اِن کے پاس کہیں اُن کے پاس جارہے، مالدار اور امرا کی خوشامد کررہے ہے، اس چیز نے اہلِ دین کی وقعت کو گھٹا دیا ہے۔

دینی کام کے اصولِ زرّیں

بالخصوص علما اور اہلِ علم کے لئے یہ کام مناسب نہیں ہے، چندہ کی ترغیب میں تو کوئی حرج نہیں، لیکن چندہ کرنا یہ ان کی شان کے مناسب نہیں، الحمدللہ ہمارے یہاں مجلس دعوۃ الحق میں اس کا اہتمام کیا جاتا ہے، میں نے ایک جگہ کہا تھا کہ جو شخص پنج وقتہ نماز میں تمہارا

امام، جمعہ میں امام اور عیدین میں امام اس کے ساتھ یہ معاملہ کہ جب مدرسہ کے چندہ کا وقت آیا وہ امام تمھارا غلام بنے اور چندہ کرتا پھرے، تمھاری غیرت کو کیا ہو گیا کہ مقتدی لوگ بیٹھے رہیں اور امام صاحب یہ کام کریں؟ بنیادی بات یہی کہ اصل مقصد دین کی خدمت ہے، آسانی اور سہولت سے جتنا ہو سکے اصول و قاعدے کے موافق کام کرے، پھر انشاء اللہ ہلکے ہلکے راستے کھلتے ہیں، آسانیاں ہوتی ہیں، انتظامات ہو جاتے ہیں، آج کل پہلے ہی سے بڑے بڑے منصوبے بنا لیتے ہیں، نقشہ پہلے ہی تیار کر لیتے ہیں ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں مقصد کام نہیں رہ جاتا، بس پیسہ جمع کرنا، چندہ کرنا، اسی پر توجہ اور محنت ہوتی ہے، مدرسہ اشرف المدارس کا جب کام شروع کیا گیا تو اعلان کر دیا گیا کہ کل سے مدرسہ کھل رہا ہے جو لوگ اپنے بچوں کو تعلیم دینا چاہتے ہیں وہ بھیجیں، اور تعلیم کی کوئی فیس وغیرہ نہیں لی جائے گی، اور مدرسہ کی جو مسجد ہے اس وقت دو منزلہ نہیں تھی، آگے برآمدہ بھی نہیں تھا اسی میں جو حصہ خارج مسجد تھا وہاں دو چار پائیاں ڈلوا دی گئیں، پہلے دن دو طالب علم آئے، ایک قرآن کی تعلیم کے لئے اور ایک فارسی عربی پڑھنے کے لئے بس انھیں دو طالب علموں سے کام شروع کیا گیا پھر ماشاء اللہ دھیرے دھیرے کام چلتا رہا اب اس شکل میں ہو گیا۔

اللہ پر بھروسہ میں کمی آتی جا رہی ہے

ارشاد فرمایا کہ عرصہ کی بات ہے کہ ایک مرتبہ پرتاب گڈھ جا رہا تھا تو گاڑی میں میری طالب علمانہ صورت وضع کو دیکھ کر ایک صاحب آئے اور سلام کر کے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ تو میں نے کہا کہ پرتاب گڈھ ایک دینی جلسہ میں جا رہا ہوں، پھر پوچھا کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ میں نے کہا ہردوئی میں ایک مدرسہ ہے اسی میں ہوں، پھر انھوں نے تفصیلات معلوم کیں تو ان کو بتلایا، اس وقت مدرسہ قائم ہوئے چار سال ہو چکے تھے، انھوں نے کہا کہ اتنے دنوں سے مدرسہ قائم ہے آپ کا سفیر

میرے یہاں نہیں آیا، اور مدرسوں کے سفرا تو آتے ہیں، میں نے کہا کہ جب سفیر ہی نہیں ہے تو وہ کہاں سے آئے؟ اب ان کو حیرت اور تعجب کہ یہ سب کام ہو رہا ہے اس کے اخراجات کہاں سے پورے ہوتے ہیں، چنانچہ انھوں نے پوچھا کہ کیا اس کے لئے کوئی وقف ہے؟ میں نے کہا نہیں، کہنے لگے کیا گورنمنٹ سے امداد ملتی ہے؟ میں نے کہا نہیں، کیا محلے کے لوگوں نے اس کا خرچ اپنے ذمہ لے لیا ہے؟ میں نے کہا نہیں، کیا چند رؤسا نے اس کی ذمہ داری لے لی ہے؟ میں نے کہا نہیں، اب ان کو حیرت اور تعجب کہ ان ساری چیزوں کے باوجود مدرسہ کیسے چل رہا ہے؟ اس کے اخراجات کیسے چل رہے ہیں؟ تو پھر میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ کہنے لگے کہ لکھنؤ میں چوک میں کپڑے کی دوکان ہے، تو میں نے پوچھا یہ بتلائیے کہ جب آپنے دوکان کھولی تھی کیا محلہ کے لوگوں نے ذمہ داری لے لی تھی کہ آپ دوکان کھولیں ہم آپکے یہاں سے کپڑا لیں گے؟ کہنے لگے کہ نہیں، پھر میں نے عرض کیا تو کیا گورنمنٹ نے اس کی ذمہ داری لی تھی؟ کہنے لگے کہ نہیں، پھر میں نے کہا تو کیا چند مال دار لوگوں نے اس کی ذمہ داری لی تھی؟ کہنے لگے کہ نہیں، تو کیا آپ نے اس کے لئے ایجنٹ بنائے تھے؟ کہنے لگے کہ نہیں، تو میں نے پوچھا کہ پھر آپ کی دوکان کیسے چلتی ہے؟ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ گاہک کو بھیجتا ہے، میں نے کہا کیوں صاحب آپ کے یہاں تو اللہ تعالیٰ گاہک بھیجتا ہے اور ہمارے یہاں مدرسہ کے اخراجات اور اس کی ضروریات کے پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ لوگوں کو نہیں متوجہ کرے گا؟ اس جواب کو سن کر وہ کہنے لگے کہ جواب عجیب ہے، میں نے کہا لیکن صحیح تو ہے۔ میں نے عرض کیا کسی کے یہاں گاہک جاتا ہے پیسہ دے کر کباب لے جاتا ہے کسی کے یہاں سے کتاب لے کر جاتا ہے آپ کے یہاں سے کمخواب لے جاتا ہے، آج کل اکثر لوگوں کی روپیہ پیسہ دینے والوں کے ہاتھ اور جیب پر نظر ہے، جس نے جیب میں ڈالا ہے اس پر نظر نہیں ہے، بزرگوں کی ہدایت کے موافق کام

کرے پھر اس کی برکت کا مشاہدہ

اہل اللہ کی صحبت کا اثر کیسے باقی رہے گا؟

ارشاد فرمایا کہ اہل اللہ اور صالحین کی صحبت سے دل میں جو کیفیت اور اثرات ہوتے ہیں اس کی بقا کے لئے اللہ کے ذکر کی ضرورت ہے، جو کیفیت پیدا ہوئی تھی ذکر کی برکت سے وہ باقی رہے گی اور اس میں رفتہ رفتہ ترقی ہوگی، اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ ایک چراغ جل رہا ہے، اس کے قریب میں کوئی دوسرا چراغ لایا جائے کہ اس میں تیل کم ہے، چراغ سے چراغ جلتا ہے اس لئے دوسرا چراغ بھی جل جائے گا، اب اگر تیل ڈالتا رہے گا تو وہ چراغ جلتا رہے گا، ورنہ کچھ دیر کے بعد بجھ جائے گا، اسی طرح اللہ والوں کی صحبت سے جو بات پیدا ہوتی ہے اگر ذکر کا اہتمام کیا جائے گا تو وہ اثرات باقی رہیں گے، ورنہ رفتہ رفتہ ختم ہو جائیں گے اس کی دوسری مثال گلاب کا پیڑ ہے اس میں پتیاں اور پھول لگے ہوئے ہیں جن میں رونق اور شادابی ہے، اب اس کی بقا کے لئے پانی دینے کی ضرورت ہے، ورنہ دھیرے دھیرے سب خشک ہو جائیں گے، اسی طرح بزرگوں کی صحبت کے اثرات کی بقا کے لئے ذکر اللہ کی ضرورت ہے

شریعت میں ہماری سہولت ملحوظ ہے

ارشاد فرمایا کہ جس طرح ہم اپنے بچوں کی سہولت اور آسانی کا خیال رکھتے ہیں، تعلیم کے لئے اسکول میں داخل کرتے ہیں، اسکول جانے کے لئے سواری رکشہ وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں، کتابوں کا انتظام کرتے ہیں، ایسے ہی شریعت میں ہر موقع کے لئے ہماری آسانی کا لحاظ رکھا گیا ہے، ایسے احکامات دئے ہیں جس میں ہم کو سہولت اور راحت ہو، مثال کے طور پر حکم ہے کہ ہر بڑھیا کام میں داہنی جانب کو آگے کرے اب اگر کئی لوگ ایک ساتھ کھانا کھا رہے ہیں تو ایسی صورت میں کیا کرے؟ اس کے لئے بتلایا گیا کہ جو لوگ کھانا کھا رہے ہیں ان میں سے کوئی صاحب خانہ کے نزدیک بڑا ہے

کسی بھی اعتبار سے، عمر کے لحاظ سے، علم کے لحاظ سے، بزرگی کے لحاظ سے، تو پہلے اس کو پیش کرے پھر اس کے داہنی طرف سے شروع کرے، اور اگر اس کے نزدیک سب برابر ہیں تو اپنی داہنی طرف سے شروع کرے، کتنی آسانی اور سہل صورت بتلا دی، ہر ایک کی رعایت رکھی ہے

علمی سوال کا حکیمانہ جواب

ارشاد فرمایا کہ جس زمانہ میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہ بسلسلۂ علاج لکھنؤ تشریف لائے تھے، اس وقت مجھے خلاش ہو گئی تھی تو میں چھٹی لے کر ہردوئی آیا ہوا تھا تو بجائے ہردوئی کے لکھنؤ چلا گیا، میرے حضرت والد ماجدؒ بھی گئے تھے، تو اس موقع پر ایک نوجوان جن کی عمر چالیسؔ سال کی تھی، اور حضرت والا کی عمر اسّیؔ سال کی تھی، حضرت سے عرض کیا کہ کچھ پوچھنا چاہتا ہوں، حضرت نے فرمایا کہ پوچھو معلوم ہو گا تو بتلا دوں گا ورنہ بڑوں کا پتہ بتلا دوں گا کہ ان سے رجوع کریں، تو اس نوجوان نے پوچھا کہ کھانا کھانے کے بعد کی جو دعا ہے

الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا — شکر ہے اللہ کا جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور
وجعلنا من المسلمین۔ — ہمیں مسلمان بنایا۔

اس میں پہلے دو جز الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا ان کا باہمی ربط اور مناسبت تو اس موقع کے ساتھ سمجھ میں آتے ہیں، لیکن آخری جز وجعلنا من المسلمین اس کی مناسبت نہیں سمجھ میں آتی۔ حضرت والا اس پر دل میں خوش ہوئے فرمایا کہ یہ سوال علماء کی طرف سے ہونا چاہئے تھا بہت عجیب سوال ہے۔ فرمایا کہ نعمتوں کی دو قسمیں ہیں، ایک نعمت وہ ہے جس میں تسلسل رہتا ہے جیسے ایمان کی نعمت، اسلام کی نعمت، یہ نعمتیں ایسی ہیں کہ جو انسان کے ساتھ برابر رہتی ہیں، دوسری نعمت وہ ہے جس میں فصل ہو جائے جیسے کھانے کی نعمت، پینے کی نعمت، یہ نعمتیں ایسی ہیں

کہ جو مسلسل نہیں رہتیں بلکہ ضرورت کے وقت انسان ان نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے جس نعمت کا تسلسل رہتا ہے بسااوقات اس کے نعمت ہونے کا احساس نہیں رہتا اس کا نعمت ہونا بھول جاتا ہے ، یہی وجہ ہے کہ ان نعمتوں کے شکر کرنے کی طرف دھیان بھی نہیں جاتا ، امن و عافیت کی نعمت پر آج صبح سے کس نے شکریہ ادا کیا؟ صحت کی نعمت پر کس نے شکریہ ادا کیا ؟ بخلاف کھانے پینے کی نعمتیں جن میں فصل ہے اس کا نعمت ہونا بھی مستحضر رہتا ہے ، اور اس پر شکر بھی ادا کرتا ہے ، تو جن نعمتوں کا فصل ہوتا ہے ان پر ادائیگی شکر کے موقع پر ایسی نعمت کا جوڑ لگایا جن میں تسلسل ہے ، تاکہ اس کے نعمت ہونے کا احساس رہے ، اور اس پر شکر بھی ادا ہو جائے کہ اے اللہ آپ نے کھلایا پلایا اور ایمان کی نعمت سے بھی نوازا ، اس لئے وجعلنا من المسلمین کو بھی کھانے کے بعد کی دعا میں شامل کیا گیا۔

جسمانی معالج سے سبق لینا چاہئے

ارشاد فرمایا کہ مدرسہ میں طلبا تعلیم و تربیت کے لئے آتے ہیں ، طلبا مختلف صلاحیت کے ہوتے ہیں ، بعضے طلبا ایسے ہیں کہ وہ قاعدے کے موافق سلیقہ سے رہتے ہیں کہ پورے سال ان کی تعلیمی اور اخلاقی شکایت ایک بھی نہیں آتی ، بعضے ایسے ہیں کہ ان کی تعلیمی شکایت ہوتی ہے ، اور بعضوں کی اخلاقی شکایت ہوتی ہے ، بعضے ایسے بھی ہیں کہ ان کی شکایت دونوں طرح کی ہوتی ہے ، اس قسم کے جو طلبا ہیں ان کی طرف سے بعض اوقات ایسے معاملات پیش آتے ہیں کہ جس سے ناگواری ہوتی ہے ، جب نائب ناظم صاحب تک کو گالیاں دے دیں تو دوسرے لوگوں کے ساتھ اگر ایسا معاملہ کریں تو کیا تعجب کی بات ہے ، لیکن پھر کیا ہوا ؟ وہی طلبہ جو اس قسم کی شرارت کرتے تھے بعد میں وہ نادم ہوئے اور خادم بن گئے ، تو بات کیا تھی ؟ اصل چیز یہ ہے کہ برائی کا جواب برائی سے نہیں دینا چاہئے ، یہ بنیادی چیز ہے قرآن پاک میں حکم ہے .

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ۔ ؎۱ — نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی آپ نیک برتاؤ سے ٹال دیجئے ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہو رہا ہے کہ ادفع بالتی ھی احسن کہ آپ برائی اور ایذا رسانی کو نیک برتاؤ سے ٹال دیجئے، تو پھر جو دینی خدام ہیں کیا ان کے لئے یہ حکم نہیں ہے ؟ اگر یہ اس پر عمل نہیں کریں گے تو کیا دوسرا اس پر عمل کرے گا ؟ پھر جب اس قسم کا معاملہ کیا جائے گا تو اس کا اثر کیا ہوگا ؟

فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ؎۲ — پھر یکایک آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کوئی ولی دوست ہوتا ہے

اس سلسلہ میں جسمانی معالجین سے سبق لینا چاہئے کہ اسپتالوں میں کیسے کیسے مریض آتے ہیں، ان میں بعضے ایسے ہوتے ہیں جو بعض اوقات معالج کو نامناسب کلمات کہہ دیتے ہیں، گالی تک دے دیتے ہیں، مگر وہ اس کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے، بلکہ بدستور ان کی دوا علاج میں لگے رہتے ہیں، پھر وہی جب اچھے ہو جاتے ہیں تو ڈاکٹر کا شکریہ ادا کرتے ہیں، ان کی خدمت بھی کرتے ہیں، یہی معاملہ یہاں بھی ہونا چاہئے، تو اصل یہ ہے کہ اس کو سیکھنے کی ضرورت ہے اور معلوم کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اس کے موافق معاملہ کیا جائے

صالحین کی دعا کا اثر

ارشاد فرمایا کہ بزرگوں کی دعاؤں میں بڑا اثر ہے، مولانا رومؒ نے فرمایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے صالحین واہل تقویٰ کی دعا میں یہ اثر رکھا ہے کہ تیر کمان سے چھوڑ دیا وہ جا رہا ہے وہ اگر دعا کر دیں تو ان کی دعا کی برکت سے تیر الٹا واپس آ جاتا ہے، کمان سے تیر کو چھوڑ دیا وہ بھاگتا چلا جاتا ہے کہ نہیں ؟ وہ اگر دعا کر دیں تو لوٹ آتا ہے، تو اولیاء اللہ کی

؎۱ پ ۲۴ ع ۱۹ ؎۲ پ ۲۴ ع ۱۹

یہ شان ہے، اولیا سے بڑھ کرکس کا درجہ ہے؟ صحابہ کرام کا، صحابہ کس کو کہتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں کو جنھوں نے ایمان کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور ایمان ہی کی حالت میں ان کا خاتمہ ہوا، صحابہ کرام کا کیا مرتبہ اور درجہ ہے؟ یوں سمجھ لو کہ کوئی کتنا بڑا ولی ہو جاتے کسی صحابی کے برابر نہیں ہو سکتا، جب اولیا کی دعا میں یہ اثر ہے تو پھر صحابۂ کرام کی دعاؤں کا کیا حال اور کیفیت ہوگی؟ پھر صحابہ کرام سے بڑھ کر درجہ انبیاء کرام کا ہے، پھر نبیوں میں بھی سب سے بڑے درجہ والے کون ہیں؟ سید الانبیاء حضرت نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، آپ کی دعا کی کیا شان ہوگی؟

حاملانِ دین کے لیے دعائے نبوی

آپ نے ایک دعا کی اور وہ دعا بھی بڑی جامع دعا ہے

نضر اللہ عبدًا سمع مقالتی [1] خوش و خرم رکھے اللہ تعالیٰ اس آدمی کو جو میری بات سنے

آپ نے اس میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سرسبز و شاداب رکھے، خوش و خرم رکھے، ہر قسم کی پریشانی و فکر سے محفوظ رکھے اس شخص کو جو ایک کام کرے، وہ یہ کہ جو دین کی بات غور سے سن کر اس کو محفوظ کر کے پھر کسی کو بتلا دے، مثال کے طور پر اس وقت ایک مسئلہ بتلایا گیا کہ پانی تین سانس میں پیا جائے تو اس کو یاد کرے اور دوسرے کو بتلا دے، یہ تو دین کی بات کا سننا ہوا، اب اس کو محفوظ رکھنا پھر اس کو دوسرے کو پہنچانے پر یہ دعا ہے۔

ایک شبہ اور اس کا حل

ہو سکتا ہے کہ کسی کو شبہ ہو کہ بعضے لوگ یہ کام کرتے ہیں مگر بجائے خوش و خرم رہنے کے پریشان

---

[1] مشکوٰۃ ۱/۳۵

رہتے ہیں، کیا بات ہے؟ تو بھائی اصل یہ ہے کہ جب کسی چیز کے فائدے بیان
کئے جاتے ہیں، مثلاً فلاں چیز کھانے سے طاقت آتی ہے، فلاں خمیرہ کھانے سے
کمزوری دور ہو جاتی ہے، بدن میں طاقت آجاتی ہے، لیکن ایک دو شیشی خمیرے
کی کھائی کچھ طاقت نہیں آئی، معلوم ہوا کہ خمیرے کے استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ
کچھ بدپرہیزی بھی ہوتی رہی، وہ یہ کہ چوتھے دن یا پانچویں دن دست آور دوا
یعنی جمال گوٹے کی گولی کھاتے رہے، ظاہر ہے کہ اس بدپرہیزی کرنے کی وجہ سے
جتنی طاقت پیدا ہوئی تھی وہ سب ختم ہوگئی، اسی طرح حدیث میں جو دعا دی گئی
ہے جب اس کا اثر ظاہر نہیں ہو رہا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم سے کوئی غلطی ہو رہی
ہے جبھی تو بجائے خوش رہنے کے پریشان رہتے ہیں، اور اس کی ایک مثال بہت
کھلی ہوئی ہے کہ کوئی شخص اگر ریل سے لکھنو جانا چاہتا ہے۔ پنجاب میل ڈیڑھ گھنٹہ
میں پہنچ جاتا ہے، کار دو گھنٹے میں بلکہ اور پہلے پہنچا دیتی ہے، لیکن اگر کہیں پٹری خراب
ہے، یا پہلی گاڑی کا ڈبہ پٹری سے اتر گیا، تو کیا ایسی صورت میں پنجاب میل ڈیڑھ
گھنٹے میں پہنچے گا؟ نہیں، بلکہ گھنٹوں لگ جائیں گے، ایسے ہی آندھی آئی راستہ میں
درخت گر گیا تو جو کار پونے دو گھنٹہ میں پہنچتی تھی، کیا اب ایسی حالت میں اتنے وقت میں
پہنچ جائے گی؟ نہیں، یا ایک تنگ گلی میں کار جا رہی تھی، ادھر سے بھی کار آگئی،
اب دونوں ڈرائیور ضد پر وہ بھی نہیں ہٹتا یہ بھی نہیں ہٹتا، اب ایسی صورت میں نہ وہ
گاڑی نکل سکتی ہے نہ یہ گاڑی نکل سکتی ہے، اس سے ظاہر ہے کہ منزل پر پہنچنے میں
دیر لگے گی، ان مثالوں سے واضح ہوا کہ ہر چیز کے فائدے ظاہر ہونے کے لئے ضروری
ہے کہ کوئی مضر چیز نہ ہو، کوئی بدپرہیزی نہ ہو۔

بدپرہیزی کا نقصان

یہیں سے ایک بات اور معلوم ہوگئی کہ سورہ واقعہ
کی فضیلت یہ بیان کی گئی ہے مغرب کے بعد پڑھنے سے

برکت ہوتی ہے فاقہ نہیں ہوتا اب بعض لوگ اس کو پڑھتے ہیں مگر پھر بھی رزق کی تنگی میں مبتلا ہیں کیا بات ہے؟ وہی بنیادی چیز کہ بدپرہیزی نہ کی جائے، بدپرہیزی کرنے کی صورت میں انسان برکات سے محروم ہو جاتا ہے، اس پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک مرتبہ ایک جگہ بیان کے لئے جانا ہوا جب بیان ہو گیا تو ایک صاحب ملے اور کہنے لگے کہ رزق کی برکت کے لئے چار وظیفے پڑھ رہا ہوں مگر رزق میں برکت نہیں ہو رہی ہے، میں نے کہا کہ اپنے حالات میں غور کرو کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ آٹھ کام ایسے کر رہے ہو جو رزق کے روکنے والے ہیں، ایسی صورت میں کس کا اثر ہوگا؟ ظاہر ہے کہ رزق کے روکنے والے کا اثر غالب ہوگا ایک رستے کو چار آدمی اپنی طرف کھینچ رہے ہوں، اور دوسری طرف آٹھ آدمی کھینچ رہے ہوں تو رستہ کدھر کھنچے گا؟ جس طرف آٹھ آدمی ہیں ادھر کھنچ جائے گا تو ایسے ہی گناہوں کا معاملہ ہے اس سے رزق میں تنگی آتی ہے، بعضے لوگ کئی کئی گناہ میں مبتلا ہیں مگر اس کو گناہ نہیں سمجھتے

اس زمانہ میں طلبا کو سہولتیں مہیا ہیں

ایسے ہی دین کی باتوں کا سننا اور اس کو محفوظ رکھنا پھر دوسروں کو پہنچانا یہ کتنی فضیلت اور ثواب کا کام ہے اور اس کے لئے کتنی جامع دعا دی گئی مگر اس کا فائدہ جبھی ظاہر ہوگا جب کہ اس کے ساتھ کوئی گناہ نہ کرے، کوئی بے اصولی نہ کرے، دین کی خاطر حضرات صحابہ کرام نے کیسی کیسی مشقتیں اٹھائیں اگر یاد رہا تو پھر اس قسم کے واقعات کو سنایا جائے گا ہم لوگوں کو کتنا آرام ہے، اور کتنی سہولتیں ہیں، ذرا باہر تو نکل کر دیکھو کہ بڑے بڑے وکیل کہ جن کی یومیہ فیس دو دو سو چار چار سو روپیہ ہوتی ہے وہ دوپہر کو لُو و دھوپ میں کچہریوں میں اِدھر اُدھر سے چکر لگاتے ہیں پھر ان کو کالا کپڑا پہننا پڑتا ہے ان کو اس میں گرمی زیادہ ہوتی ہے مشقت ہوتی ہے مگر اس کو برداشت کرتے ہیں، دُکان دار لوگ، سیٹھ صاحب، یہ

لوگ دکانوں میں لُو و دھوپ کھاتے ہیں کہ نہیں ؟ اور ہم لوگوں کو یہاں بیٹھنے میں نہ اتنی لُو نہ گرمی و دھوپ ہے اس لئے وقت پر آؤ، اوقات کی پابندی کرو، بلانا اور ڈھونڈنے کا سوال نہیں ہر شخص اس کی فکر رکھے اور اس کا اہتمام کرے۔

سستی دور کرنے کا علاج

بہت سے طلبہ ماشاء اللہ عمل کر رہے ہیں اور بعضے ہیں جو ایسے ہی ہیں یعنی عمل کی کمی ہے ہلکے ہلکے وہ بھی انشاء اللہ ٹھیک ہو جائیں گے، کسی کو ٹی بی کی بیماری ہوتی ہے تو اس کے اچھے ہونے میں دیر ہو جاتی ہے ایسا ہی یہاں بھی معاملہ ہے انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائیں گے، ظہر کی نماز میں بعض لوگ سست ہو جاتے ہیں، ایسا نہیں ہونا چاہئے ہمت کرے، نہیں تو پھر چست لوگوں کے ساتھ کر دیا جائے گا ، پھر انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا، بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دوسروں کو دیکھ کر چستی آجاتی ہے اس لئے چست لوگوں کے پاس رہے گا تو پھر سست نہیں رہے گا، ایسے ہی بھائی، صبح کے وقت سستی ہوتی ہے ، یہ بھی اساتذہ کرام کا کرم ہے کہ بڑے طلبا کو اٹھا دیتے ہیں اب ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ خود ہی بیدار ہونے کی عادت ابھی سے ڈالیں، چنانچہ کل کے لئے یہ ہدایت کی جاتی ہے بڑے حلقہ کے طلبہ اور تصحیح کنندگان کو اٹھایا نہیں جائے گا بلکہ خود اٹھیں گے تاکہ اندازہ ہو کہ صبح کو خود اٹھ سکتے ہیں کہ نہیں؟ اپنے ساتھی کو اٹھاتے ہیں کہ نہیں ؟ نماز فجر تک جو نہیں اٹھیں گے ان کی اصلاح حال اور سستی دور کرنے کا علاج تبلایا گیا ہے کہ ایک لوٹے تک پانی اس کے منھ پر ڈال دیا جائے ، اگر کم ڈالا جائے تو یہ استادوں کا کرم ہے کہ کم ڈالا ورنہ ایک لوٹے تک گنجائش ہے ایک لوٹے پانی میں سب سستی نکل جائے گی انشاء اللہ، ٹوٹی سے ڈال دیں یہی کافی ہو جائے گا انشاء اللہ، کہتے ہیں کہ پنکھا چلتا ہے تو نیند آتی ہے تو اس کا علاج ہے کہ سونے کے اوقات میں کٹ آؤٹ نکال دیا جائے گا بس اپنے آپ آنکھ کھل جائیگی

کہ نہیں کھل جائے گی ؟ کچھ نہ کچھ تو تھوڑی بہت مشقت اٹھائے مجاہدہ کرے جس پر دروازے کھلتے ہیں آسانیاں ہو جاتی ہیں۔

سختی رہ سے نہ ڈر، ہاں اک ذرا ہمّت تو کر

ایک بات اور بھی ہے کیوں بھائی قربانی کے لئے دبلی بکری چاہیئے یا دبلا بکرا ؟ کیا ہونا چاہیئے ؟ موٹا تازہ، کیوں بھائی، تم کو اگر پھل دیا جائے تو سوکھا ہوا ہو یا عمدہ و تروتازہ ؟ عمدہ بڑھیا تروتازہ ہونا چاہیئے، سوکھا ہوا نہیں ہونا چاہیئے، سموسے تازے ہونے چاہئیں یا باسی ؟ تازے و گرم اچھے ہونے چاہیئے تو جیسے ہم عمدہ اور بڑھیا چیز پسند کرتے ہیں اسی طرح شیطان کا بھی معاملہ ہے کہ وہ بڑھیا مال دیکھتا ہے اور اس کی تاک میں رہتا ہے، کس کے پاس بڑھیا مال زیادہ ہے ؟ جس کے پاس علم زیادہ ہو، نیکیاں اور طاعات زیادہ ہوں اس لئے جو علم دین پڑھنے والے ہیں خاص طور پر بڑے طلبہ ہیں ان کے پاس علم بھی ہے، نیکیاں بھی ہیں تو شیطان ان کے پیچھے پڑے گا کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ یہ دین میں موٹے تازے ہیں لہٰذا انھیں پر حملہ کرتا ہے، چنانچہ کسی سے جھوٹ بلوا دیتا ہے، کسی سے غیبت کرا دیتا ہے، کسی سے بدنظری کرا دیتا ہے، کسی سے بغیر اجازت کے دعوت کھلا دیتا ہے، کسی کو بدگمانی میں مبتلا کر دیتا ہے یہ سب جو حرکتیں ہوتی ہیں یہ شیطان کے بہکانے سے ہوتی ہیں اور پھر حضرات اساتذہ کرام۔ ان کے پیچھے شیطان اور زیادہ لگا رہتا ہے کیونکہ جس کے پاس مال زیادہ ہوتا ہے چور اُسی کے پاس جاتا ہے اس لئے بھائی، سب لوگوں کو فکر چاہیئے اور اپنی اصلاح و درستگی کی کوشش کرنا چاہیئے، بے اصولی اور گناہ سے بہت ہی اہتمام سے بچنا چاہیئے، چند دن ہمّت کر کے کام کرے پھر تو معاملہ آسان ہو جاتا ہے ؎

سختی رہ سے نہ ڈر ہاں اک ذرا ہمّت تو کر   گامزن ہونا ہے مشکل، راستہ مشکل نہیں

کام کو خود کام پہنچا دیتا ہے انجام تک ابتدا کرنا ہے مشکل انتہا مشکل نہیں

رواجی غلطیوں کی اصلاح کی ضرورت ہے

ارشاد فرمایا کہ بعضے گناہ ایسے ہیں کہ ہم ان کو گناہ نہیں سمجھتے اور رواج کی وجہ سے وہ غلط کام ہوتے رہتے ہیں مثلاً پردۂ شرعی کا خاص اہتمام نہیں، چھوٹی بچیوں کا لباس نصف آستین کا ہوتا ہے حالانکہ لڑکوں کا کرتا پوری آستین کا ہوتا ہے، اسی طرح بچوں کی ٹوپیاں موٹی ہوتی ہیں مگر بچیوں کا دوپٹہ باریک ہوتا ہے کہ بالوں کی سیاہی نظر آتی ہے اس میں تو نماز بھی نہیں ہوتی یہ رواجی غلطیاں ہیں جو چل رہی ہیں اور ان کے غلط ہونے کا احساس بھی نہیں لیکن اگر کوئی لاعلمی میں افیم وسنکھیا کھالے تو کیا اس کا اثر نہیں ہوگا؟ اثر تو ضرور ہوگا اس لئے جن غلط چیزوں کا رواج پڑگیا ہے ان کی اصلاح و درستگی کی فکر کرے اور جو عمل کرے پہلے اس کی معلومات کرے کہ ٹھیک ہے یا نہیں پھر اس کے موافق معاملہ کرے

درود شریف کا فائدہ

ارشاد فرمایا کہ درود شریف سے اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہوتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا اظہار کرنے سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتے ہیں چنانچہ ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں متوجہ ہوتی ہیں اس لئے تھوڑا پڑھ لیا کریں بہت فائدہ ہوگا، بڑے طلبہ خاص طور پر درود شریف پڑھا کریں، ابھی سے اس کا معمول شروع کردیں فی الحال ہر نماز کے بعد تین تین دفعہ ہی پڑھ لیا کریں پھر ہلکے ہلکے اس میں اضافہ کریں، روزانہ اس کی پابندی کرے بالخصوص جمعہ کے دن معمول سے زیادہ پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

مسجد کے آداب کی رعایت رکھے

ارشاد فرمایا کہ مسجد جاتے وقت اس کا استحضار رہے کہ احکم الحاکمین

کے دربار میں جارہے ہیں، ادب واحترام اور سکون کے ساتھ جائے بھاگ دوڑ کرنہ جائے، دنیا کی بات چیت نہ کرے مسجد میں فرشتوں کی طرح رہے، درود شریف، کلمہ شریف، اللہ کے ذکر میں مصروف رہے، اور جب جائے تو اعتکاف کی نیت کرلے، دربار الٰہی کے حقوق اور آداب کی رعایت رکھے۔

ظاہری عمل کا اثر قلب پر ہوتا ہے

ارشاد فرمایا کہ مجلس میں سکون سے بیٹھے، ہاتھ و پیر کو ٹھیک کر کے بیٹھے اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ قلب میں سلامتی پیدا ہوگی اور جب قلب میں سلامتی ہوگی تو سب کام ٹھیک ہوں گے کیوں کہ قلب بدن کا بادشاہ اور حاکم ہے اس کے ٹھیک ہونے سے ماتحتیں بھی ٹھیک ہوجائیں گے، اسی لئے نماز میں حکم ہے کہ صفوں کو درست رکھا جائے، بالکل برابر اور صحیح ہونا چاہئے ورنہ ٹیڑھی ہوں گی تو اس کا اثر قلب پر پڑے گا اس میں کجی آجائے گی۔

غلطی کی تلافی کی فکر کرے

ارشاد فرمایا کہ انسان سے بھول چوک تو ہوجاتی ہے غلطی ہوجاتی ہے، اب یہ کہ اس کی اصلاح و درستگی کی فکر، یہ ضروری ہے غلطی کو مان لینا اور اس کی تلافی کرنا یہ ہے اصل کمال جو کہ قابل قدر ہے، حضرت والا حکیم الامت مولانا تھانوی نوراللہ مرقدہ کی کیا شان تھی؟ حضرت والا نوراللہ مرقدہ کا کیا مقام تھا مگر آپ کی ایک خاص بات یہ تھی کہ اپنی غلطی کی اصلاح فرماتے اور خانقاہ سے النور کے نام سے جو رسالہ نکلتا تھا اس میں ترجیح الراجح کے نام سے اس کو شائع کرواتے، اس سے ہم لوگوں کو ایک سبق ملتا ہے کہ غلطی ہوجائے اس کو چھپائے نہیں، اس پر ضد نہ کرے، مان لے پھر یہ کہ اس کی تلافی کی فکر کرے جس نوع کی غلطی ہو اسی لحاظ سے اس کی تلافی کا طریقہ بھی ہے اس کو جاننے والے سے معلوم کر کے اس کے موافق معاملہ کرے۔

علم کو کار آمد بنانے کی تدبیر

ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں کو دین کی خدمت اور اس کے پڑھنے پڑھانے کا موقع ملا ہے ان کو اس کی قدر کرنی چاہئے لیکن اسی پر مغرور نہ ہوں کیونکہ محض پڑھنا پڑھانا یہ کار آمد اور مفید نہیں جب تک کہ یہ اللہ کی رضا کے لئے نہ ہو اس لئے اس کے ساتھ ساتھ اپنے اندر اخلاص اور للّٰہیت پیدا کرنے کی فکر و کوشش کرنا چاہئے، اور یہ چیز اللہ والوں کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے کہ ان کی صحبت کی برکت سے اللہ کی رضا اور اخلاص حاصل ہو جاتا ہے پھر انسان کا کام دام اور نام کے لئے نہیں رہتا بلکہ رضائے ربِّ انام کے لئے ہو جاتا ہے۔ علم سے راستہ آسان ہو جاتا ہے مگر اللہ کی محبت کے بغیر پہونچ نہیں سکتا، اور یہ چیز اللہ والوں کی صحبت میں ملتی ہے اسی لئے دعا بھی بتلائی گئی ہے اس کو مانگا کرے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ ؎۱

اے اللہ میں آپ سے آپ کی محبت اور ان لوگوں کی محبت مانگتا ہوں جو آپ سے محبت رکھتے ہیں۔

بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے کا اہتمام کیا جائے اور دعا کا اہتمام بھی کیا جائے تو پھر انشاء اللہ علم کو کار آمد بنانے والی چیز حاصل ہو جائے گی۔

طلبہ کے لئے قیمتی نصائح

ارشاد فرمایا کہ جہاں تک ہو سکے قرض نہ لے سخت مجبوری کی صورت تو الگ ہے بالخصوص طلبہ کو تو بہت ہی احتیاط کرنا چاہئے وہ اپنے گھر سے جس کام کے لئے آتے ہیں اس میں لگیں ان کو عموماً اس کی نوبت جبھی آتی ہے کہ جب دوستی اور تعلقات کا دور شروع ہو جاتا ہے کہ دوستوں کی خاطر مدارات کے چکر میں قرض لینے کی نوبت

؎۱ مشکوٰۃ ۲۱۹/۱

آجاتی ہے، اسی لئے یہاں اشرف المدارس میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ نہ ہدیہ لو نہ دو، نہ دعوت کھاؤ اور نہ کھلاؤ، یہ سب چیزیں طالب علم کے لئے مضر ہیں، انڈا بنڈا ٹھنڈا کے لئے قرض نہ لے، کھانے میں زیادہ تکلف کی فکر نہ کرے، انسان کو چاٹ کی خاطر پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں۔

مال بھی نعمت ہے، اس کو ضائع نہ کرے

ارشاد فرمایا کہ اللہ نے کسی کو مال دیا روپیہ پیسہ دیا اس کو احتیاط سے خرچ کرے، یہ بھی اللہ کی نعمت ہے اس کو ضائع نہ کرے، فضول خرچی نہ کرے اور یہ کوئی اچھی چیز نہیں ہے اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے ایک شخص ہے وہ تو ایک دو دفعہ لوٹا لے کر بیت الخلاء جاتا ہے اور ایک شخص ہے وہ بار بار جاتے تو بار بار جانا یہ کمال ہے؟ بار بار جانا کوئی خوبی کی بات ہے؟ بلکہ یہ بیمار ہونے کی علامت ہے ایسے ہی بار بار خرچ کرنے کا بھی معاملہ ہے، خرابی کی جڑ یہ ہے کہ انسان بلاضرورت بازار جاتا ہے وہاں جاکر ضروریات سامنے آتی رہتی ہیں پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو خریدنا شروع کر دیتا ہے اسی طرح جو چیز کچھ بھی مفید نہ ہوگی اس کو بھی خرید لیتا ہے جس سے غیر ضروری سامان بھی کافی اکٹھا ہو جاتا ہے اور فضول خرچی میں مبتلا ہو جاتا ہے اس لئے جب ضرورت ہو تو دوکان یا بازار جائے ورنہ وہاں نہ جائے اس سے انشاء اللہ فضول خرچی سے محفوظ رہے گا پھر یہ کہ اس سے اور بھی فوائد اور منافع حاصل ہوں گے۔

تکلفات میں پڑنے کا نقصان

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی نور اللہ مرقدہ ایک مرتبہ حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ کے صاحب زادے کے مہمان ہوئے، انھوں نے اپنے یہاں کا معمول بتلایا کہ جب آمدنی ہوتی ہے تو کھانا ہوتا ہے ورنہ موقوف، اور آج ایسا ہی ہے کہ کچھ

نہیں ہے، حضرت نے فرمایا کہ جو تمہارا حال وہی میرا بھی رہے گا چنانچہ دوپہر کا کھانا ناغہ ہوگیا پھر شام کو ایک مریض آگیا دوائیں فروخت ہوئیں جس سے آمدنی ہوگئی تو شام کو مرغی پک گئی تو اصل چیز یہ ہے کہ تکلفات میں نہ پڑے، اس کی فکر نہ کرے کہ لوگ کیا کہیں گے اس کی پرواہ نہ کرے بس اپنی حیثیت کے موافق معاملہ کرے اس سے ان شاء اللہ کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ چین وسکون سے رہے گا، جہاں اس طرف نظر گئی کہ لوگ کیا کہیں گے بس یہیں سے معاملہ بگڑ جائے گا اس لئے تکلفات کے پیچھے نہ پڑے، یہ خطرناک چیز ہے اس سے لوگ تباہ ہوجاتے ہیں۔

ہر ایک کا وصیت نامہ تیار رہنا چاہیے

ارشاد فرمایا کہ ہر انسان کا وقت مقرر ہے، اس وقت اس کا سفر ہوجائے گا۔ یہ سفر کبھی بیماری کے ذریعہ ہوجاتا ہے کبھی کسی اور طریقہ سے ہوجاتا ہے، اتوار کے روز ۲۲ محرم ۱۴۱۳ھ کے لئے مولوی نصیر احمد صاحب خیرآبادی نے یہاں آنے کو کہا تھا پھر چونکہ بمبئی کے مہمان تھے ان کو پہنچا کر لکھنؤ سے واپس آرہے تھے سدھولی کے قریب ان کا ایکسیڈنٹ ہوگیا جس میں ان کی رحلت ہوگئی اسی لئے ہدایت ہے کہ وصیت نامہ ہر ایک کا سرہانے ہونا چاہئے اس میں لین دین وغیرہ کو صاف لکھ دینا چاہئے پھر وصولی و ادائیگی پر نشان لگاتا رہے، حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہ ایسا ہی کرتے تھے، جہاں تک ہوسکے دوستوں عزیزوں سے تعلقات کو خوشگوار رکھے، آج کل حوادث پیش آتے رہتے ہیں بس یہ ضروری ہے کہ کسی گناہ کی عادت نہ ہو وقتی طور پر کوئی گناہ ہوجائے تو فوراً توبہ کرے، اپنے معاملات کو بالکل صاف رکھے تاکہ وطنِ اصلی کا سفر اگر اچانک ہوجائے تو متعلقین کو دقت نہ ہو حضرت والا حکیم الامت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ میرے یہاں ہر ایک کی ہر چیز ممتاز ہے تاکہ ترکہ کی تقسیم وتعیین میں دقت نہ ہو اور کسی کا حق نہ رہے۔

گناہ سے بچنے کا فائدہ

ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے روز نہا دھو کر فوراً جس طرح طبیعت میں فرحت وانبساط کی کیفیت اور خوشی ہوتی ہے وہ کیفیت شام کو نہیں رہتی ایسے ہی انسان جب گناہ سے بچتا رہتا ہے حقوق ادا کرتا ہے تو قلب خوش رہتا ہے اور ہشاش وبشاش رہتا ہے، ظاہر ہے کہ قلب کی خوشی اور اس کا اطمینان وسکون یہ بڑی چیز ہے، ہر انسان کو اس کی تلاش وخواہش ہے، تھوڑے سے فکر واہتمام سے یہ بات حاصل ہوسکتی ہے، گناہوں سے جتنا زیادہ پرہیز ہوگا قلب میں اتنا ہی سکون ہوگا، گناہ جتنا زیادہ ہوگا اتنی ہی قلب میں وحشت وپریشانی ہوگی اس لئے بس ایک ہی پرہیز ہے وہ ہے گناہوں کا اس کے بعد تو معاملہ آسان ہے۔

علم دین کا حاصل کرنا ضروری ہے

ارشاد فرمایا کہ انسان اپنا اور اپنے متعلقین کا خیال رکھتا ہے، جسمانی اعتبار سے خود بیمار ہو جائے تو اپنا علاج کراتا ہے یا بیوی بچے اور متعلقین میں سے کوئی بیمار ہو جائے ان کا بھی علاج کراتا ہے اسی طرح دینی لحاظ سے بھی فکر کرنا چاہئے کہ جو کمیاں اور کوتاہیاں ہیں ان کی اصلاح کی فکر کرے، یہ ہر ایک کی ذمہ داری ہے، اس لئے خود بھی علم دین کا سیکھنا اور اس پر عمل کرنا، اولاد کو دین سکھانا اور ان کی تربیت کرنا ضروری ہے، اس میں کوتاہی نہیں کرنا چاہئے، عام طور پر اس سلسلہ میں کوتاہی وغفلت ہو رہی ہے۔

ہدایاتِ زرّیں

ارشاد فرمایا کہ مجلس میں بیٹھ کر کوئی باتیں نہ کرے، خاموش بیٹھے، توجہ سے باتیں سنے، اس کی قدر کرو، پڑھنے کی قدر کرو علم کی قدر کرو، پھر موقع ملے یا نہ ملے، اس لئے اپنے اوقات کو ضائع نہ کرو، آموختہ اور پارۂ سبق یاد کرنے کا خاص طور پر اہتمام کرنا چاہیے، اس سے تراویح میں بھی

سہولت ہوتی ہے، اور طبیعت ہشاش بشاش رہتی ہے، اول وقت کام ہوجاتا ہے، ایسے طلبہ سے استاد بھی خوش رہتا ہے۔

اصلاحِ قلب کا فائدہ

ارشاد فرمایا کہ انسان کا دل ٹھیک ہو جائے تو سب ٹھیک ہو جاتا ہے جیسے بجلی چلی گئی ہے تو کولر بھی بند ہو گیا پنکھے اور لاؤڈ اسپیکر سب بند ہیں۔ لیکن جب جنریٹر چلے گا تو سب چل پڑیں گے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو ایک کولر یا جنریٹر دے دیا ہے اس کو چالو کر لو وہ دل ہے اس کا چالو کرنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت و خوف بقدرِ ضرورت دل میں پیدا ہو جاوے یہ اللہ والے کی صحبت کی برکت سے ہوتا ہے اس کی اور بھی تدابیر ہیں اہم تدبیر یہی ہے۔ جب دل چالو ہو جائے گا تو سب کام درست ہو جائیں گے، مگر دل ذرا دیر میں بنتا ہے جس طرح آنکھ بنانے کی فکر ہوتی ہے ایسے ہی دل بنانے کی فکر کرنا چاہئے، تھوڑی محنت اور مجاہدہ کرلے، پابندی کرے، ہدایات اور اصول کے موافق کام کرے تو پھر تھوڑے دنوں میں دل ٹھیک ہو جائے گا جس طرح اسپتال میں ٹوٹی ہوئی ہڈی والوں پر پلاسٹر چڑھا دیتے ہیں، چلنے پھرنے کی پابندی ہو جاتی ہے کچھ دنوں میں وہ ٹوٹی ہوئی ہڈی جڑ جاتی ہے اور انسان چلنے پھرنے لگتا ہے ایسے ہی یہاں بھی فکر کرے پابندی کرے دھیرے دھیرے اصلاح ہو جائے گی۔

استعداد کے مطابق ہی فیض ہوتا ہے

ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ سے ایک صاحب بیعت ہونے کے لئے گئے پھر جب پندرہ دن کے بعد وہ گھر واپس ہونے لگے تو شیخ نے ان کو خلافت نامہ دے دیا وہ چلے گئے تو جو پرانے لوگ عرصہ سے مقیم تھے ان کو خلجان ہوا کہ یہ تو پندرہ دن میں خلافت لے گیا، شیخ کو پتہ چل گیا کہ ان کے دلوں میں تشکیک و شبہات ہیں، ایک دو

دن کے بعد شیخ نے فرمایا کہ مجھے نہانا ہے، جلدی غسل کرنا ہے اس لیے جلدی انتظام کرو کہ نیم کی تازی لکڑی لاکر پانی گرم کردو، نصف گھنٹہ کے بعد پوچھا کہ پانی گرم ہوا؟ تو بتلایا گیا کہ نہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد پوچھا جواب ملا کہ ابھی نہیں لکڑیاں گیلی ہیں جلتی نہیں ہیں، اس پر فرمایا کہ اچھا آم کی لکڑیوں سے پانی گرم کردو لکڑیاں سوکھی تھیں، ایک دو منٹ میں پانی گرم ہوگیا، جب ان کو اس کی اطلاع کی گئی تو پوچھا کہ اتنی جلدی گرم ہوگیا؟ بتلایا گیا کہ وہ تو لکڑیاں گیلی تھیں اور یہ سوکھی تھیں اس پر فرمایا کہ وہ پندرہ دن والا سوکھی لکڑی تھا اس لئے جلدی کام ہوگیا اور تم گیلی لکڑیاں ہو کہ اتنی مدت سے محنت کر رہا ہوں مگر فائدہ نہیں ہو رہا ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ دری کو دھوپ میں ڈالو تو اس کو سوکھنے میں گھنٹوں لگیں گے اور چادر منٹوں میں سوکھ جاوے گی۔

تجوید کی حقیقت اور اس کا حکم

ارشاد فرمایا کہ تلاوتِ قرآن پاک میں حروف کی صحیح ادائیگی اور قواعد کی رعایت ہونا چاہیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا۔

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا [1] ترتیل سے قرآن پاک پڑھو۔

ترتیل کس کو کہتے ہیں؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔

تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَةُ الوقوف [2] حروف کو صحیح ادا کرنا اور وقف کے طریقے کو پہچاننا

حروف کو صحیح صحیح ادا کرنا، ہر حرف کو اس کے مخرج سے ادا کرنا اور وقف قاعدہ کے موافق کرنا جب آپ کو اس کا حکم دیا گیا تو ہم لوگوں کے لیے تو بدرجۂ اولیٰ یہ حکم ہوگا۔

مقبول عند اللہ تجوید سے پڑھنا ہے

حسنِ صوت اللہ کا عطیہ ہے جو کہ غیر اختیاری

---

[1] پ ۲۹ ع ۱۳ [2] الاتقان ۱/۱۱۱

ہے ، تجوید سے پڑھنا یہ اپنا کمال ہے اور اختیاری ہے اس لئے جو چیز غیر اختیاری ہے اس کے پیچھے نہ پڑے ، جو اختیاری ہے جس کا انسان مکلف ہے اس کو حاصل کرے اس میں محنت کرنے لگے پھر یہ کہ مقبول عند اللہ تجوید سے پڑھنے والا ہے ، نہ کہ بلا تجوید اچھی آواز سے پڑھنے والا ہے۔

وقف و اعادہ کا طریقہ

کہاں سانس توڑے ؟ وقف کہاں کرے ؟ اس کے قاعدے مقرر ہیں اس کے موافق سانس توڑنا چاہئے اہلِ علم کے لئے یہ بھی ہے کہ وقف کے بعد اعادہ کرنے میں معنی کی رعایت کے ساتھ اعادہ کرے۔

قرآن پاک کی شان عجیب ہے

قرآن پاک کی عجیب شان ہے اس کے عجائبات میں سے یہ بھی ہے کہ مختلف طریقوں سے پڑھا جاتا ہے قرأت کے دس امام ہیں اسی کو سبعہ اور عشرہ کہا جاتا ہے ، ایک طریقہ وہ بھی ہے جو ابھی پڑھا گیا ہے مغربی علاقہ میں یہ طریقہ رائج ہے ، یہاں اس کے جاننے والے کم ہیں ، یہ طریقہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے یہ امام نافع مدنی کے شاگرد کی ہے ، نمازیں بھی اس طرح پڑھ سکتے ہیں مگر لوگ ناواقف ہوتے ہیں اس لئے ایسا نہ کرے ، ترغیب و تشویق کے لئے پڑھ سکتے ہیں مگر بتلا دیا جائے کہ اس وقت فلاں روایت کے موافق پڑھا جاوے گا۔

کتاب اللہ کی خصوصیت

تلاوت کے بعد دعا قبول ہوتی ہے ، یہ کتاب اللہ کی خصوصیات میں سے ہے ، جملہ مقاصد کے لئے جامع دعا ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ، وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ، دعا دل کی پکار ہے صرف زبان سے الفاظِ دعا کافی نہیں ہیں

بلکہ دل کو متوجہ رکھنا چاہئے پوری توجہ اور دل کے حضور سے دعا مانگنی چاہئے۔

کسی کو انتظار میں نہ رکھے

ارشاد فرمایا کہ کسی کو انتظار میں نہ رکھے اسی لئے کسی کے سپرد کوئی خدمت کی جاوے کہ یہ کام کر لو تو اس کے بعد جواب دینا چاہئے کہ ہوا یا نہ ہوا؟ کسی نے کوئی پرچہ دیا کہ فلاں کو دے دینا اب وہ غائب ہوگیا نہیں مل رہا ہے تو فوراً اطلاع کرے کہ نہیں مل رہا ہے یا کہا گیا کہ جاؤ خط ڈال دو تو ڈال دیا مگر اطلاع نہیں کی تو انتظار رہتا ہے لہذا فوراً جواب دینا چاہئے، یا اگر پوچھا جائے کہ کہاں گئے تھے؟ تو چپ نہ رہے فوراً جواب دے کہ فلاں جگہ گئے تھے. حاصل یہ کہ کسی کو انتظار میں نہ رکھے، اس سے دوسرے کو زحمت ہوتی ہے۔

کسی کا پیغام لانے کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص کہے کہ ہمارا یہ پیغام فلاں کو پہنچا دو تو کہے کہ زبانی نہیں، لکھ دو، وہ نہ لکھ سکے تو لکھ کر اس کا انگوٹھا لگوا دے تاکہ اس میں کوئی رد و بدل نہ ہو سکے نہ کہنے والا بعد میں کوئی تبدیلی کر سکے، تاکہ نقصان سے بچ جائے، اس میں ہر ایک کو راحت ہے پیغام بھیجنے والے کے لئے بھی جس کے پاس بھیج رہا ہے اس کو بھی اور جو لے جا رہا ہے اس کو بھی، لہذا اس کا خیال رکھا جائے۔

مدرسہ کی چیز ضائع نہ کرے

ارشاد فرمایا کہ جس جگہ بیٹھے ہو وہاں سے جب اٹھ کر جاؤ تو دیکھ لینا چاہئے کہ پنکھا تو نہیں چل رہا ہے. بتی تو نہیں جل رہی ہے اگر جل رہی ہے تو بند کر دے ورنہ مدرسہ کے مال کا ضیاع ہوگا، مدرسہ کا نقصان نہ کرے، ہم کو مدرسہ سے کتنا نفع ہو رہا ہے اس لئے جہاں تک ہو سکے اس کو نقصان نہ پہنچائے اس کی چیزوں کی حفاظت کرے ضائع ہونے سے بچائے۔

حضرت حکیم الامتؒ کا ارشاد

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب کو حضرت والا حکیم الامت مجدد الملت نور اللہ مرقدہ کے ملفوظات پر رونا آتا تھا، ایک بار نماز میں ان کو رونا آیا انھوں نے اس کو روکا، حضرت والا کو چونکہ محسوس ہو گیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ ضبط نہ کرنا چاہئے تھا، رونے سے طبیعت ہلکی ہو جاتی ہے، رونا آنے پر رو ئے گریہ وزاری کرنا اللہ کو پسند ہے

ترقی نہ ہونے سے گھبرائے نہیں

ارشاد فرمایا کہ کوئی طالب علم اگر پیچھے ہے تو ترقی نہ ہونے کی وجہ سے گھبرائے نہیں جیسے گھڑی جب پیچھے ہو جاتی ہے سست ہو جاتی ہے تو اس کو ٹھیک کر کے آگے بھی کیا جا سکتا ہے مگر وہ خود ٹھیک نہیں ہوتی ٹھیک کرنے والے سے ٹھیک ہوتی ہے ایسے ہی طالب علم استاد کی ہدایات کے موافق کام کرے اس کی ڈانٹ ڈپٹ برداشت کرے اور لگا رہے تو برکت ہوگی، ترقی کرے گا اور سب کمی دور ہو جائے گی۔ یا علیم ایک سو پچاس (۱۵۰) مرتبہ روزانہ پڑھا کرے اس کی برکت سے حافظہ زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

دوسرے شیخ سے جلد تعلق قائم کرے

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص حکیم یا ڈاکٹر سے علاج کراتا ہے پھر ان معالج صاحب کی رحلت ہو گئی یا کہیں چلے گئے تو فوراً دوسرے کی طرف رجوع کرتا ہے، تو جس طرح جسمانی علاج میں دوسرے سے علاج کی فکر کرتے ہیں ایسے ہی روحانی علاج کا بھی معاملہ ہونا چاہئے کہ جب کسی کے شیخ کی رحلت ہو جائے تو جلد از جلد دوسرے سے تعلق کرے، اس سلسلہ میں کوتاہی کی جاتی ہے جو مناسب نہیں ہے، جسمانی امراض کی مضرت سے کہیں زیادہ روحانی امراض کی مضرت ہے اس لئے اس میں علاج اور اصلاح کی فکر زیادہ ہونا چاہئے۔

عملی مشق سے درستگی ہوتی ہے

واقعہ فجر کی نماز ایک تصحیح کنندہ سے پڑھوائی گئی انھوں نے سورہ فاتحہ کو پانچ سانسوں میں پڑھا اس پر ارشاد فرمایا کہ سننے سے بات پختہ نہیں ہوتی جب تک کہ عملی مشق نہ کی جاوے، بہت دنوں سے سن رہے ہیں بتلایا جا رہا ہے کہ الحمد شریف نماز میں جب پڑھی جائے تو ہر آیت پر سانس توڑے، محض سننے سے کام نہیں چلتا، سیکھنا چاہیئے، عملی مشق بھی کرنا چاہیئے تاکہ پختگی پیدا ہو جائے۔

قال را بگذار مردِ حال شو

ارشاد فرمایا کہ ہر کام دھیان و توجہ سے کرنا چاہیئے غفلت اور بے فکری سے کام کرنے پر کام کی صورت تو ہو جاتی ہے مگر حقیقت میسّر نہیں ہوتی، توجہ و فکر یہ ہے کہ اعضاءِ ظاہری کے ساتھ قلب بھی انھیں اعضاء کے حرکات کی طرف متوجہ ہو، مثلاً نماز کے ارکان ادا کر رہا ہے تو جو رکن بھی زبان، ہاتھ پیر سے ادا کئے جائیں اس کے ساتھ قلب بھی متوجہ ہو، اللہ اکبر کہا اور نیت باندھی تو زبان سے تو کلمہ نکلے مگر قلب سے دھیان سے ادا ہو اور کان سننے میں متوجہ ہوں اس فکر و اہتمام سے رفتہ رفتہ ایک خاص قسم کی قوت حاصل ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے مرضیاتِ الٰہی پر عمل کرنے کی توفیق ہو جاتی ہے، اسی چیز کو حاصل کرنے کے لئے اللہ والے سے تعلق کی ضرورت پڑتی ہے، اس کی صحبت اور ہدایت کی برکت سے یہ بات حاصل ہو جاتی ہے، اسی کو مولانا رومؒ نے اپنے الفاظ میں فرمایا ہے ؎

قال را بگذار مردِ حال شو
پیشِ مرد کاملے پامال شو

عالمِ برزخ میں جانے والے کی خبر ہو جاتی ہے

ارشاد فرمایا کہ جب دنیا سے کوئی جاتا ہے تو وہاں عالم برزخ میں اس کی

خبر کردی جاتی ہے، تو اس کے اعزا و اقربا جو وہاں پہلے جا چکے ہیں وہ اس کا استقبال کرتے ہیں، جیسے یہاں حاجیوں کا استقبال کرتے ہیں ایسے ہی وہاں بھی معاملہ ہوتا ہے، چنانچہ اعزا و اقربا کا حال پوچھتے ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے؟ فلان کا کیا حال ہے؟ اس سلسلہ میں اپنے یہاں مدرسہ میں بچّوں کو ایک سبق بھی یاد کرایا ہے کہ ان سے پوچھئے کہ تمہارا وطن کہاں ہے؟ تو وہ جواب دیں گے کہ ہمارا وطنِ عارضی تو فلاں جگہ ہے، جس جگہ کے رہنے والے ہوں گے اس کا نام بتلائیں گے، اور اصلی وطن ہمارا جنت ہے، اس کا اسٹیشن کیا ہے؟ تو بتلائیں گے کہ اس کا اسٹیشن قبرستان ہے، وطن کا سفر کس گاڑی میں ہوگا؟ تو کہتے ہیں کہ قبر کے سلیپر میں لیٹ کر ہوگا، وطن کا سفر آسان کیسے ہوگا؟ تو کہتے ہیں کہ علم دین سے، اور طے کیسے ہوگا؟ کہتے ہیں کہ عمل کرنے سے، یہ عنوان ایسا ہے کہ جس سے وحشت نہیں ہوتی بلکہ وطنِ اصلی سے ایک طرح کی رغبت ہو جاتی ہے جس طرح وطنِ عارضی کے لئے تیاری اور انتظام پہلے سے کرتے ہیں ایسے ہی وطنِ اصلی کے سفر کی بھی تیاری اور فکر پہلے سے کرنا چاہئے۔

دنیا سے جانا کیوں لازم ہے؟

ارشاد فرمایا کہ دنیا میں جو آیا ہے اس کے لئے جانا تو لازمی ہے، اگر یہاں آنا ہی آنا رہے اور جانے کی نوبت نہ آئے تو رہنے کی جگہ کہاں رہے گی؟ پھر یہ کہ ایسی صورت میں سب لوگوں کی حالت تو یکساں رہے گی نہیں، کیونکہ دنیا میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے جس کی وجہ سے کچھ دنوں میں جب بڑھاپا آئے گا تو بوڑھے زیادہ ہو جائینگے اور نوجوان کم رہ جائیں گے تو بوڑھوں کی خدمت مشکل ہو جائے گی اس لئے ہر ایک کے جانے کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی یہ بڑی حکمت ہے

اس معاملہ کو اللہ نے اپنے قبضہ میں رکھا

ہے، اگر بندوں کے قبضہ میں دے دیا جاتا تو نزاع اور جھگڑا ہوتا کہ بوڑھوں کے حوالہ کرتے یا نوجوانوں کے حوالہ کرتے ہر صورت میں نزاع ہوتا، ہر شخص یہی چاہتا کہ میں اور میرے متعلقین رہیں کوئی دوسرا جائے، تو یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمت اور مصلحت ہے کہ اس نے اس معاملہ کو اپنے قبضہ میں رکھا کہ جس کے لئے جتنی مدت مناسب سمجھی اس کو اتنے وقت کے لئے یہاں رکھا پھر اس کو بلالیا۔

تخفیفِ غم کی تدبیر

ارشاد فرمایا کہ عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے کہ پہلے بڑے جاتے ہیں، لیکن کبھی کبھی چھوٹے بھی پہلے چلے جاتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو اسی لئے نمونہ بنایا گیا ہے کہ آپ کے بڑے بھی گئے، اور آپ کے چھوٹے بھی گئے، ماں باپ کا سایہ آپ کے سر سے جلدی اٹھ گیا، چچا کا بھی اٹھ گیا، دادا کا بھی سایہ سر سے اٹھ گیا، اب جس کے بڑے کا سایہ سر سے اٹھ جاتے تو یہ سمجھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی یہ معاملہ ہوا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بڑے موجود ہیں ان کے سامنے ان کے چھوٹے چلے جاتے ہیں تو اس کے لئے بھی نمونہ موجود ہے کہ آپ کی بیٹیوں اور بچوں کا انتقال آپ کی حیات میں ہوا ہے اور جب کسی کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو اس کے لئے بھی نمونہ موجود ہے کہ ازواجِ مطہرات کی موجودگی میں آپ دنیا سے تشریف لے گئے اور جب کسی کی بیوی کا انتقال ہو جائے تو اس کے لئے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی نمونہ ہے کہ آپ کی حیات میں آپ کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوئی ہے، تو اس قسم کے واقعات پیش آنے پر اس کو سوچنا چاہئے، ان چیزوں کے سوچنے سے غم میں تخفیف ہوتی ہے اور آسانی ہو جاتی ہے۔

دنیا سے جانے والے کے اعزازات

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا دربار عجیب ہے، اس عالم کی عظمت و بڑائی

اور وطنِ اصلی کی منزلوں کو اس سے سوچو، وطنِ اصلی جب کوئی جانا چاہتا ہے تو ان کے لئے کیا کیا اعزازات ہیں؟ سب سے پہلے یہ اعزاز و اکرام ہے کہ جانے والا زندگی میں جن کی خدمت کیا کرتا تھا آج اس کو ان کا مخدوم بنا دیا گیا، یہ جن کے ہاتھ دھلاتا تھا، پیر دھلاتا تھا، منہ دھلاتا تھا آج ان کے لئے حکم ہے کہ یہ وطن اصلی جارہا ہے لہذا اب یہ سارے کام آپ کے ذمہ ہیں کہ اب آپ اس کو وضو کرائیے، غسل کرائیے ایسا ہے کہ نہیں؟ اعزا و اقربا ایسا کرتے ہیں کہ نہیں کرتے ہیں؟

دوسرا اعزاز یہ ہے کہ دیکھئے یہ آپ کی جوتیاں اٹھاتا تھا، آپ کی خدمت بھی کیا کرتا تھا لیکن آج یہ وطن اصلی جارہا ہے اس لئے اب آپ لوگ ہاتھ کے سہارے سے اس کو اٹھائیے ہاتھ کے سہارے سے اٹھا کر تخت پر لٹائیے، پھر ہاتھ کے سہارے سے اٹھا کر چارپائی پر لٹائیے کفن پہنائیے، کفن کے سلسلے میں حکم ہے کہ سب سے بڑھیا لباس، سب سے عمدہ لباس سفید رنگ کا ہونا چاہئے، نہ بہت زیادہ قیمتی ہو اور نہ بالکل معمولی ہو بلکہ اوسط درجہ کا لباس ہونا چاہئے۔

تیسرا اعزاز رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ دیکھو دنیا میں سب سے بڑا اعزاز بادشاہ کا ہوتا ہے، بادشاہ کے لئے مخمل اور قالین بچھایا جاتا ہے، سواری کے لئے پہلے زمانہ میں عمدہ قسم کے گھوڑے ہوتے تھے اور اب تو ہوائی جہاز اور عمدہ قسم کی کاریں ہوتی ہیں، لیکن ان تمام چیزوں میں اشرف کون ہے؟ انسان ہے، انسان اشرف المخلوقات ہے، سب سے بڑا اعزاز بادشاہ کا ہوتا ہے اس کے لئے بھی سواری اشرف المخلوقات نہیں ہے، لیکن جو وطن اصلی کی طرف سفر کرتا ہے، اس کے لئے سواری کیا تجویز کی گئی ہے کہ اشرف المخلوقات کے کندھوں پر سوار ہو کر جاتا ہے، کتنا بڑا اعزاز ہے۔

پھر اس کے لئے اعزاز یہ بھی ہے کہ اس کو امام بنا کر چلو، اس سے آگے

مت چلو، اور دیکھو حکم ہے کہ چلنے میں اس کا خیال رکھو کہ نہ تو بہت دوڑو اور نہ بالکل ہلکے ہلکے چلو بلکہ تیز چلو اور پورا قدم اٹھا کر چلو، اور اس کی وجہ یہ ذکر فرمائی گئی کہ یہ جانے والا دو حال سے خالی نہیں ہے ایک یہ کہ اعمال یا تو اچھے ہیں، دوسرے یہ کہ یا اعمال برے ہیں، اگر اعمال اچھے ہیں تو وہاں پہونچانے میں دیر کیوں کرتے ہو؟ جلدی کرو تاکہ اس کو وہاں کے انعامات جلدی ملنا شروع ہو جائیں، اور اگر اعمال بُرے ہیں تو اپنے کندھے پر کیوں لادے رکھے ہو اس کو جلدی لے جاؤ۔

پھر یہ اعزاز بھی رکھا کہ قبر میں یوں ہی ڈال نہ دے بلکہ اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر قبر کے اندر قاعدے سے رکھو، جانے والے کے ساتھ اس طرح معاملہ کرنے کا شریعت نے حکم دیا، میرے عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ کس کس طرح اس کے ساتھ اعزاز و اکرام کا معاملہ کیا جا رہا ہے۔

اب یہ سوچنا چاہئے کہ جانے والے کا تو اتنا اعزاز و اکرام کیا گیا لیکن خود جانے والا کا عمل کیسا ہے؟ حالات کیسے ہیں؟ جب اس قسم کا معاملہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو اس سے سبق ملتا ہے کہ انسان ایسے اعمال و افعال کرے کہ جس کی بنا پر یہاں سے جیسے اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا گیا ہے وہاں بھی اسی اعزاز و راحت کا معاملہ کیا جائے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اہتمام سنت، ہر معاملہ میں سنتوں پر عمل کرے، تو انشاء اللہ اس کی برکت سے وہاں بھی اکرام و اعزاز کا معاملہ ہوگا۔

قبرستان میں اوقات کو ضائع نہ کرے

ارشاد فرمایا کہ قبرستان جب جائے تو اپنے اوقات کو ضائع نہ کرے بلکہ ایصالِ ثواب کرے جتنا بھی ہو سکے آسانی کے ساتھ، شریعت میں ایصالِ ثواب کے لئے کوئی دن مقرر نہیں ہے ثواب پہنچانے کے لئے کوئی وقت متعین نہیں ہے جب چاہو، جس وقت چاہو، جس طرح چاہو دعا کر سکتے ہو۔ جب

موقع ہو اس وقت کر سکتے ہو، شریعت کی طرف سے اتنی آسانی اور سہولت رکھی گئی ہے، عموماً لوگ تیسرے دن کو اس کے لئے متعین کرتے ہیں حالانکہ شریعت میں اس قسم کا کوئی حکم نہیں ہے، سمجھنے کی بات ہے کہ ہمارے بچے اگر پاس ہوتے ہیں درجۂ سوم (تھرڈ ڈویژن) تو ہم کہتے ہیں اول درجہ، دوم درجہ (فرسٹ ڈویژن یا سکنڈ ڈویژن) پاس ہونا چاہئے تھا، اس سے معلوم ہوا کہ سوم نمبر سے پاس ہونے کو ہم گھٹیا سمجھتے ہیں تو پھر ہمارے کسی عزیز کا انتقال ہو جائے تو اسے سوم درجہ میں کیوں ڈال دیا جاتا ہے وہاں اول و دوم کا معاملہ کیوں نہیں کیا جاتا؟ پہلے دن ایصالِ ثواب کیوں نہیں کرتے، دوسرے دن کیوں ایصال نہیں کرتے، یہ تو وقتی اور انتظامی چیز تھی جو لوگوں نے کی تھی کہ کسی کے اعزا و اقربا دور تھے وہ تیسرے دن جمع ہوئے تو انھوں نے پڑھ کر ثواب پہنچا دیا، اب اسے لوگوں نے مسئلہ بنالیا ہے، یہ ٹھیک نہیں ہے، موقع ہو تو پہلے دن پڑھے، دوسرے دن پڑھے، تیسرے دن پڑھے، چوتھے دن پڑھے شریعت اس سے منع نہیں کرتی۔ مگر کسی ایک طریقہ کو ضروری سمجھنا یا ایسا معاملہ کرنا غلطی ہے۔

تجہیز و تکفین میں جلدی کرنے کا حکم

ارشاد فرمایا کہ جب کسی کی رحلت ہو جائے تو حکم ہے کہ اس کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرے، جو تعجیل کا حکم دیا گیا ہے اس میں بڑی حکمت و مصلحت ہے اس لئے کہ یہ غم کا وقت ہوتا ہے، کھانے پینے کی نوبت کہاں آتی ہے، اب ظاہر ہے کہ اس میں جتنی تاخیر کی جاوے گی اور انتظار کیا جائے گا اتنی دیر کھانے پینے کا کوئی موقع نہیں ہوگا پھر یہ بھی مان لو جمعرات کو کسی کا انتقال ہوا رات بھر گذر جائے اور جمعہ کی نماز کے بعد دفن کیا جائے جیسا کہ اکثر کا معمول ہے یہ صحیح نہیں ہے قبلِ جمعہ اگر تدفین ہو سکتی ہے تو اس وقت تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

وکرہ تاخیر صلوتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلوۃ الجمعۃ[1] مکروہ ہے جنازہ کی نماز اور اس کی تدفین میں تاخیر کرنا اس غرض سے کہ بعدِ نمازِ جمعہ مجمع زائد ہو جائے گا۔

پھر یہ کہ اتنا انتظار کرنے سے طبیعت پر غم رہتا ہے بلکہ جو لوگ آنے والے ہیں ان کی آمد سے غم اور تازہ ہوتا رہتا ہے اسی لئے شریعت نے حکم دیا ہے کہ جلد سے جلد اس کا انتظام کیا جائے، اس میں ہر ایک کے لئے سہولت اور آسانی ہے، جانے والے کے لئے بھی اور اس کے جو اعزا و اقربا اور متعلقین ہیں ان کے لئے بھی، اس لئے ہر ایک کو اس کا خیال رکھنا چاہئے۔

تجھ پہ اک دن خاک ڈالی جائے گی

ارشاد فرمایا کہ ہر ایک کا بھائی وقت مقرر ہے، کسی کو پتہ نہیں ہے کہ اس کا کیا وقت مقرر ہے، بہر حال ہر ایک کو جانا ہے، کسی کا نمبر پہلے ہے اور کسی کا بعد میں جس کا بلاوا آجائے اس کو تو جانا ہی ہے، بس اس کی فکر کر لیا کرو، حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا

؎ آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور
جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
زندگی اک دن گذرنی ہے ضرور
قبر میں میت اترنی ہے ضرور

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے — کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
آنے والی کس سے ٹالی جائے گی — جان ٹھہری جانے والی جائے گی
روح رگ رگ سے نکالی جائے گی — تجھ پہ اک دن خاک ڈالی جائے گی
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے — کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

---

[1] تنویر الابصار ۲/۲۳۲

عبادت کا حق کیسے ادا ہو سکتا ہے

ارشاد فرمایا کہ جب کوئی ہمارا مہمان آتا ہے تو ہم اپنی حیثیت کے موافق اس کی خاطر و مدارات کرتے ہیں، اس کی راحت و آرام کا پورا خیال کرتے ہیں اس کے باوجود جب وہ جانے لگتا ہے تو رخصت کرتے وقت اس سے معذرت کرتے ہیں کہ جیسا آپ کا حق اور آپ کی خدمت کرنا چاہیئے تھا ہم سے نہ ہو سکا اور اگر کوئی ایسی بات ہو گئی کہ جس سے ناگواری ہوئی ہو تو معاف کیجئے گا، تو جب ہم ایک مہمان کا حق ادا نہیں کر سکتے پورے طور پر تو پھر اللہ تعالیٰ کا حق اس کی عبادت کا حق کیسے ادا کر سکتے ہیں؟ عجیب معاملہ ہے کہ مہمان کے ساتھ سب کچھ کرنے کے باوجود احساس ہوتا ہے کہ اس کے حق میں کمی رہی اور یہاں سمجھتے ہیں کہ ہماری نماز ہمارے روزے ہماری تلاوت اسی طرح اور بھی طاعات سب ٹھیک سب کامل ہیں، یہ کمی کی بات ہے، اسی لئے بزرگوں نے فرمایا کہ جب کسی طاعت کی توفیق ہو تو یہ دعا کرے کہ اے اللہ اس کے کرنے کا جو حق ہے وہ ہم سے ادا نہ ہوا ہم سے جس طرح ہو سکا اس طرح ہم نے اس کو کیا آپ اپنے فضل سے اس کو قبول فرما لیجئے۔

مقصود کام ہے نہ کہ کیفیات

ارشاد فرمایا کہ دو چیزیں ہیں ایک ہے کام، اور ایک ہے حال، مقصود کام ہے، حال اور کیفیات یہ مقصود نہیں ہیں، مثال کے طور پر گرمی کا زمانہ ہے پنکھا چل رہا ہے، کولر ہے، ایرکنڈیشن میں ایک شخص بیٹھ کر کام کرے، اور ایک یہ کہ نہ پنکھا ہے، نہ کولر ہے کچھ بھی نہیں ہے گرمی ہو رہی ہے مچھر کاٹ رہے ہیں پھر ایسی حالت میں کام کر رہا ہے، تو یہ سب حال و کیفیات ہیں، مقصود کام ہے جو کہ ہر حال میں ہو رہا ہے۔ اور راحت و آرام میں کام کرنا یہ کوئی کمال نہیں ہے بلکہ مشقت ہو پریشانی ہو ایسے وقت میں کام کرنا یہ

کمال ہے طبیعت میں فرحت ہو انبساط ہو جی لگ رہا ہو تو اس کو غذا سمجھے، اور اگر جی تو نہیں چاہ رہا ہے، گرانی ہو رہی ہے تو اس کو دوا سمجھے، بعض ادویہ کڑوی ہوتی ہیں مگر علاج کی خاطر ان کو استعمال کیا جاتا ہے، ایسے ہی مقصود تو کام ہے، ہر حال میں اپنے کام میں لگا رہے تو پھر انشاء اللہ راستے کھلتے ہیں اور نصرت ہوتی ہے، علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کو لکھا کہ حضرت بعض اوقات طبیعت میں گرانی و الجھن ہوتی ہے، جی نہیں چاہتا ہے کام کرنے کا، اس پر حضرت نے لکھا کہ یہ سب تربیت ہو رہی ہے کبھی بصورت انبساط جس پر شکر مامور بہ ہے، اور کبھی بصورتِ کراہت کہ جس پر صبر مامور بہ ہے وفی کل خیر یتفاوت بتفاوت الاحوال والساعات۔

عاصی سے نفرت یہ جائز نہیں

ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص اپنے اعمال اور اپنی طاعات پر کیا ناز کر سکتا ہے؟ اطاعت و فرماں برداری کرنے والے کو ڈرتے رہنا چاہیے، کسی کو ذلیل و حقیر نہ سمجھے، معصیت سے تو نفرت کرنا ضروری ہے لیکن عاصی سے نفرت یہ جائز نہیں ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک عالم فاضل اور صالح شخص ہے ان پر بچے نے پیشاب کر دیا کہ اوپر سے نیچے تک کپڑے ناپاک ہو گئے تو ایسی حالت میں ان کو مصلے پر نہیں جانے دیں گے مگر ان کی ذات سے نفرت نہیں ہوتی بلکہ وہی محبت و تعلق رہتا ہے جو پہلے تھا۔ اسی کی وجہ سے ان کے پاک و صاف کرنے کی فکر اور انتظام کرتے ہیں، ایک بات اور ہے کہ جو شخص معصیت میں مبتلا ہے ہو سکتا ہے کہ اس کو توبہ کی توفیق ہو جائے، مشہور واقعہ ہے دو بھائیوں کا کہ ایک نیک و دیندار تھا اور دوسرا یوں ہی گناہ میں اور معصیت میں مبتلا رہتا تھا اور دونوں ایک ہی مکان میں رہتے تھے جو عبادت گذار اور نیک تھے وہ اوپر رہتے تھے اور یہ نیچے رہتے تھے، انھوں نے سوچا کہ چلو توبہ کریں اور اچھی زندگی

اختیار کریں اس ارادے سے چلے اوپر جانے کے لئے، اور جو اوپر رہتے تھے انھوں نے سوچا چلو تھوڑے دن مزے اڑالیں، نفسانی خواہش پر عمل کریں پھر توبہ کریں گے وہ اس ارادے سے چلے نیچے آنے کے لئے، ان کا پیر پھسلا دونوں میں ٹکر ہوگئی اور دونوں کا انتقال ہوگیا، تو انجام کیا ہوا؟ ظاہر ہے معاملہ نیت پر ہوتا ہے، جو نیک تھے وہ نیچے کس ارادے سے آرہے تھے؟ اور جو یوں ہی رہتے تھے وہ اوپر کس ارادے سے جارہے تھے؟ دونوں کی زندگی کیسی گذر رہی تھی مگر آخر میں کیا معاملہ ہوا؟ اس لئے کسی کو طاعات اور نیکیوں کی توفیق ہو رہی ہو تو اس کو ناز نہیں کرنا چاہئے، معلوم نہیں انجام اور خاتمہ کیا ہو؟ اس لئے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہئے اور حسنِ خاتمہ اور عملِ صالح کی توفیق کی دعا کرتے رہنا چاہئے۔

جیسا تعلق ہوگا ویسا ہی فیض ہوگا

حضرت والا مدظلہٗ جب مجلس میں تشریف لائے تو ایک نمبر پر پنکھا چلانے کے لئے فرمایا اس پر ارشاد فرمایا کہ ریگولیٹر ہم کو ایک سبق دیتا ہے کہ اس میں پانچ نمبر ہوتے ہیں ایک نمبر پر پنکھا چلے گا ہلکا، دو پر اس سے زیادہ، تین پر اور زیادہ، چار اور پانچ پر بہت تیز چلے گا تو یہ فرق کیوں؟ اس لئے کہ ہر نمبر پر پنکھے کا تعلق بجلی سے اسی لحاظ سے ہوتا ہے کم نمبر پر تعلق کم ہوتا ہے، اسی لحاظ سے وہ چلتا ہے، اور زیادہ نمبر پر تعلق زیادہ ہوتا ہے اسی لحاظ سے چلتا بھی ہے، تو پنکھے کا تعلق بجلی سے جتنا ہوگا اسی رفتار سے وہ چلے گا، اسی طرح انسان کا تعلق اپنے مرکز اور شیخ واستاذ سے جتنا ہوگا اسی نوع کا فائدہ بھی ہوگا، تعلق کمزور ہوگا تو فائدہ کم ہوگا، اور تعلق قوی اور زیادہ ہوگا تو نفع بھی اسی لحاظ سے ہوگا، اور یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ بعض لوگوں کا تعلق بزرگوں سے ہوتا ہے مگر ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، تو بات یہی ہے کہ ان کا تعلق کمزور معلوم ہوتا ہے بس جیسا تعلق ہے اسی طرح کا اثر ہے۔

خود غرضی مؤمن کی شان نہیں ہے

ارشاد فرمایا کہ آج کل غفلت خود رائی اور خود غرضی کا مرض عام ہے، ہر شخص اپنی غرض اور اپنی مصلحت کی خاطر کام کرتا ہے کہ کسی طرح ہمارا کام ہو جائے، دوسروں کی راحت و آرام جو کہ مؤمن کی شان ہے کہ اپنے آرام کو دوسرے کی راحت کے واسطے قربان کرنا، ایثار کرنا اس میں کمی آگئی ہے، اور آپس میں جو نزاع اور جھگڑے ہوتے ہیں وہ انھیں وجہوں سے ہوتے ہیں، بالخصوص حج کے موقع پر کہ چند آدمیوں کے رہنے کے لئے ایک کمرہ ملا ہوا ہے اور اس میں پنکھا ایک ہی ہے تو اب ہر شخص چاہتا ہے کہ ہم پنکھے کے نیچے بیٹھیں، ہوا میں رہیں، اسی میں بعض مرتبہ ایک ہی جگہ پر کئی کئی بستر ڈال دئے جاتے ہیں، حالانکہ اس کا بھی طریقہ ہے کہ باری بنالیں اور ہر ایک کو باری باری نفع اٹھانے کا موقع مل جائے ایک صورت اور بھی ہے کہ اتر دکھن ہو کر لیٹ جائیں کہ سب کے سر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہو جائیں تو سب لوگ ایک ساتھ استفادہ کرسکتے ہیں تو بات وہی ہے خود غرضی اور خود رائی کی۔ اس کی اصلاح کی فکر چاہیے۔

دارین کی فلاح کا اصول

ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک میں فلاح کے اصول ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ لغو باتوں سے پرہیز کرے

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ [1] — جو لوگ لغو باتوں سے برکنار رہنے والے ہیں

لغو کہتے ہیں کہ جس میں نہ دین کا نفع ہو اور نہ دنیا کا فائدہ ہو، جس طرح مال روپیہ پیسہ اس کو انسان سوچ سمجھ کر ضرورت پر خرچ کرتا ہے، کوئی شخص مال کے عوض میں بے کار چیز نہیں لیتا ہے، اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس کو حماقت کہتے ہیں ایسے ہی بھائی، یہ عمر اور وقت یہ بھی

---

[1] پ ۱۸ ع ۱

مال ہے بلکہ روپیہ پیسہ سے بھی زیادہ قیمتی ہے کہ روپیہ پیسہ تو آنے جانے والی چیز ہے، ضائع ہونے کے بعد دوبارہ اس کو کمایا جاسکتا ہے لیکن زندگی کے اوقات اور عمر یہ اگر بیکار گذر گئے اور لغو کاموں میں لگ گئے تو گذرا ہوا وقت دوبارہ واپس نہیں آسکتا ہے روپیہ کو جس طرح خرچ کرتے وقت دیکھتے ہیں کہ اس کے بدلہ میں کیا مل رہا ہے ایسے ہی وقت کو لگایا جائے تو دیکھنا چاہئے کہ کس میں لگا رہے ہیں، اس کے عوض میں کیا مل رہا ہے اگر اس کا اہتمام اور فکر کی جائے تو پھر انشاء اللہ لغو سے بچنا آسان ہو جائے گا، بالخصوص بولنے میں احتیاط رکھے، خاموشی میں بڑے فوائد اور منافع ہیں حدیث میں ہے

من صمت نجا۔ ؎۱ — جو شخص خاموش رہا اس نے نجات پائی

جہاں بولنے کی ضرورت ہے وہاں بقدرِ ضرورت بولے، ایک نابینا شخص آرہا ہے، سامنے اس کے گڈھا ہے، اب ہم نہیں بولتے اور اس کو نہیں بتلاتے تو وہ اس میں اندیشہ ہے گرجائے گا تو ایسے موقع پر بولنا ضروری ہے، بلا ضرورت نہ بولے، خاموش رہے۔

بزرگوں کے یہاں حسبِ حیثیت معاملہ ہوتا ہے

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ سفر میں بعض لوگوں سے ملاقات ہوئی ان لوگوں نے بزرگوں کا تذکرہ کیا کہ فلاں بزرگ کے یہاں گیا ان کے یہاں یہ انتظام تھا، اور فلاں بزرگ کے یہاں گیا ان کے یہاں آنے والوں کے لئے یہ انتظام تھا، چائے و ناشتہ بھی اور کھانا بھی لیکن تھانہ بھون گیا تو وہاں کچھ بھی نہیں، کسی نے چائے کے لئے بھی نہیں پوچھا، جب وہ کہہ چکے تو میں نے کہا کیا میں بھی کچھ عرض کر سکتا ہوں؟ کئی لوگ تھے انھوں نے کہا ہاں صاحب ضرور کہئے،

؎۱ الجامع الصغیر ۲/۱۷۵

میں نے کہا کہ آپ کا ڈاک خانے جانا ہوا ہوگا؟ کہنے لگے جاتے ہی رہتے ہیں، اچھا یہ بتلائیے کہ وہاں چائے کے لئے کسی نے پوچھا؟ کہنے لگے نہیں، اچھا یہ بتلائیے کہ کرانہ مرچنٹ کی ددکان اور ضروریات کی جگہوں میں بھی جانا ہوا؟ کہنے لگے کہ ہاں، تو کیا وہاں چائے اور ناشتہ کے لئے پوچھا گیا؟ کہنے لگے کہ نہیں، تو میں نے کہا کہ آپ نے ان لوگوں کا ذکر نہیں کیا کہ ان کے یہاں گیا اور انھوں نے چائے اور ناشتہ کے لئے نہیں پوچھا، تھانہ بھون ہی کا ذکر کیوں کیا؟ بات یہی ہے کہ آج بزرگوں میں موازنہ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے یہاں نظام میں تقابل کرتے ہیں یہ غلطی کی بات ہے، بزرگوں کے یہاں آدمی دو حیثیت سے جاتاہے ایک تو مہمان اور دوستی کی بنار پر اور ایک یہ کہ علاج و اصلاح کے لئے، جس حیثیت سے جائے گا ویسا ہی معاملہ ہوگا اب ہر شخص اپنی قیمت خود لگا لیتا ہے اور اپنی حیثیت مقرر کرلیتا ہے کہ میرے ساتھ یہ ہونا چاہئے یہ ہونا چاہیئے حالانکہ آئے ہیں اصلاح کے لئے علاج کے لئے، کیا ڈاکٹر صاحب کے یہاں جب جانا ہوتا ہے علاج و معالجہ کے سلسلے میں تو ان کے فرائض میں سے ہے دعوت کرنا، چائے پلانا؟ ظاہر ہے کہ علاج کرانے گئے ہیں یہاں تو فیس بھی دیتے ہیں دوا کے پیسے بھی الگ دیتے ہیں اور شکریہ بھی ادا کرتے ہیں۔ اور جب روحانی علاج کے لئے آئیں گے تو چاہتے ہیں کہ دعوت بھی ہو اور یہ بھی ہو وہ بھی ہو، اور اگر نہیں ہوتا ہے تو اس پر اعتراض، حالانکہ اعتراض تو جب ٹھیک ہے جبکہ کوئی حق واجب میں کمی ہو یہاں بھی وہی معاملہ ہے جو جسمانی معالج کے یہاں ہوتا ہے اب اگر کوئی کھلا پلا دے، اور کھانا وغیرہ کا نظم کردے تو یہ ان کی عنایت اور کرم ہے، ان کے ذمہ ضروری نہیں کہ جس کے نہ ہونے پر اعتراض کیا جائے۔

اہلِ مدارس کے لئے قیمتی مشورہ

ارشاد فرمایا کہ مدرسہ کے ناظم اور ذمہ داروں کو طلبار کے سرپرستوں کی طرف سے جو ہدیہ دیا جاتا ہے

وہ ہدیہ نہیں ہے، وہ تو ذمہ دار اور ناظم ہونے کی وجہ سے دیتے ہیں یہ تو رشوت ہے ہدیہ تو محبت کی وجہ سے دیا جاتا ہے، اگر تعلق و محبت کی بات تھی تو پہلے کیوں نہیں دیتے؟ اور جب بچہ پڑھ کر چلا جاتا ہے پھر اس کے بعد کیوں نہیں دیتے؟ بعض لوگ مٹھائی وغیرہ لے آئے اور کہنے لگے کہ مٹھائی کی ہماری دکان ہے، لانے کا جی چاہا، اس کو واپس کر دیا گیا کہ بچے کو دیدو وہ کھائے یا فروخت کرو۔

غلطی کا اقرار نہ کرنا یہ شیطانی بیماری ہے

ارشاد فرمایا کہ غلطی اور قصور کا اعتراف و اقرار نہ کرنا یہ کمی کی بات ہے، آج کل یہ مرض عام ہے کہ کوئی غلطی ہو جاتی ہے تو اس کی توجیہ بیان کرتے ہیں، غلطی کے اقرار کرنے میں اپنی ہیٹی سمجھتے ہیں، یہ شیطانی بیماری ہے کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے سوال فرمایا کہ

مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ[1] کس چیز نے تجھ کو منع کیا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔

تو اس حکم کی تعمیل تو نے کیوں نہیں کی؟ تو شیطان نے بھی اپنی غلطی کا اقرار نہیں کیا کہ مجھ سے قصور ہو گیا معاف کر دیا جائے بلکہ اس کی توجیہ کرنا شروع کر دی کہ

اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ[2] میں اس سے بہتر ہوں آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے

کہ آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور ان کو مٹی سے پیدا کیا اور ظاہر ہے کہ آگ مٹی کے مقابلے میں افضل ہے لہذا میں بہتر ہوں، تو غلطی کا نہ ماننا اور اس کی تاویل کرنا یہ ابلیسی بیماری ہے، بڑی خطرناک بات ہے، چنانچہ پھر اس کا انجام کیا ہوا؟ سب کو

---

[1] پ ۹ [2] پ ۹

معلوم ہے، اور حضرت آدم علیہ السلام کا کیا معاملہ ہوا اور ان کا کیا طرز عمل رہا کہ فوراً اپنے قصور کا اعتراف کیا، کوئی تاویل اور توجیہ نہیں بلکہ فرمایا

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ[1]

اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور رحم نہ کریں تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائے گا۔

یہ شان تھی تو غلطی پر نادم ہونا اور شرمندہ ہونا یہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل ہے، اور اصل چیز یہی ہے کہ غلطی ہو جائے فوراً اس کا احساس ہونا چاہئے، شرمندگی ہونی چاہئے اور اس کی تلافی کی فکر کرے پھر انشاء اللہ اس کے فوائد خود محسوس ہوں گے۔

دینی خدمت کرنے والوں کے لئے حکیمانہ اصول

ارشاد فرمایا کہ جو لوگ وعظ و تقریر کرتے ہیں، دوسروں کو دین کی بات بتلاتے ہیں ان کو چاہئے کہ وہ اپنے کو تیماردار سمجھیں اور جن کو دین کی باتیں بتلا رہے ہیں ان کو مثل مریض کے سمجھیں اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جس طرح تیماردار کا معاملہ مریض کے ساتھ محبت و شفقت کا ہوتا ہے، خیرخواہی کا ہوتا ہے بعض اوقات مریض ضد کرتا ہے کہ دوا نہیں کھائیں گے یا بد پرہیزی کریں گے تو تیماردار نرمی سے سمجھاتا ہے تو ایسے ہی معاملہ ان لوگوں کا ہوگا جو دوسروں کو دین کی بات بتلا رہے ہیں، نرمی اور محبت سے اور خیرخواہی کے طریقہ پر یہ کام کیا جائے تو اس سے نفع زیادہ ہوگا، اور بہت سے فتنوں سے حفاظت رہے گی قرآن پاک میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام کو فرعون کی ہدایت

---

[1] پ ۹ ع ۹

کے لئے بھیجا تو حکم ہوا کہ

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝ ؎
پھر اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جاوے

نرم عنوان اور مناسب عنوان سے گفتگو کی جائے، عنوان کا بڑا اثر ہوتا ہے، مثال کے طور پر ایک شخص کے یہاں کوئی بزرگ اللہ والے تشریف لے آئیں اور ان کی مجلس صبح سے دوپہر تک ہوتی رہے مجلس میں جو شریک ہیں ان کو بھوک بھی لگ گئی اب کھانے کا وقت آگیا ایسے موقع پر صاحبِ خانہ کہنے لگے کہ بھائی آپ لوگ صبح سے جمے بیٹھے ہیں، جانے کا نام بھی نہیں لیتے اس لئے آپ لوگ بھی کھانے میں شریک ہو جائیں، ظاہر ہے کہ یہ عنوان ایسا تکلیف دہ ہے کہ بھوک لگنے کے باوجود کوئی کھانے میں شریک نہیں ہوگا، بلکہ یہ کہیں گے کہ بڑا نالائق آدمی ہے، اگر اسی بات کو اس عنوان سے کہے کہ آپ حضرات کی دعوت کرنے کا جی چاہ رہا تھا لیکن کوئی ایسا موقع نہیں ملا، آج بڑا اچھا موقع ہے حضرت بھی تشریف لائے ہوئے ہیں لہذا ان کے ساتھ آپ لوگ بھی ماحضر میں شریک ہو جائیں، یہ کتنا اچھا اور لطیف عنوان ہے اگر بھوک لگی نہیں ہوگی پھر بھی اس عنوان سے کھانے میں شرکت کی خواہش ہو جائے گی تو بات کیا ہے؟ بس عنوان کا فرق ہے، تبلیغ میں اس کا لحاظ کرنا چاہئے اور یہ تبلیغ کے آداب میں سے ہے کہ عنوان لطیف ہو نرم ہو۔

ہم کو مطلب اپنے سوز و ساز سے

ارشاد فرمایا کہ ایک دن مغرب کے بعد ایک جدید تعلیم یافتہ آئے، ان سے پہلے سے جان پہچان نہیں تھی، نئے تھے، آئے اور سلام کیا مصافحہ کیا بیٹھ گئے ذرا سی دیر کے بعد

؎ پ ۱۶ ع ۱۱

جیب سے سگریٹ اور دیا سلائی نکالی، جلا کر پینا شروع کر دیا تو میں سمجھا کہ یہ سگریٹ کا عاشق ہے، اور عاشق مجبور ہوتا ہے، مجھے اس کی بو سے تکلیف ہوتی ہے تو میں نے اپنی چارپائی میدان میں ڈلوادی اور نائب ناظم صاحب سے کہہ دیا کہ ان صاحب سے کہہ دیں کہ میں ایک ضرورت سے وہاں جا رہا ہوں، جب اپنے کام سے فارغ ہو جائیں تو اطلاع کریں، اس نوجوان کے طرزِ عمل سے ہم کو ایک سبق ملتا ہے کہ وہ سگریٹ کا اتنا عاشق ہے کہ فوراً اپنا کام شروع کر دیا، ماحول کیسا ہے، وہاں کے لوگ کیسے ہیں؟ اس کی کوئی پرواہ نہیں بس اپنے کام سے کام یہی شان مسلمان کی تھی کہ کہیں بھی ہو کسی بھی ماحول میں ہو وہ بس اپنے کام میں مصروف ہے اپنے کام میں لگا ہوا ہے، ماحول چاہے کیسا بھی ہو، لوگ کچھ کہیں اس کی پرواہ نہیں، اسی کو خواجہ صاحب نے کہا ہے ؎

آشنا بیٹھا ہو یا نا آشنا
ہم کو مطلب اپنے سوز و ساز سے

آج کہتے ہیں کہ صاحب تسبیح لے کر پڑھیں گے تو لوگ صوفی کہیں گے نیک کہیں گے، تو کیا چور وڈاکو کہیں؟ غنڈہ کہیں؟ ارے! لوگوں کے کہنے سے کیا ہوتا ہے بس نیت کہلوانے کی نہیں ہونی چاہئے، نیت تو اللہ کی رضا ہونا چاہئے۔

بدلہ بقدرِ محنت ہوتا ہے

ارشاد فرمایا کہ جزا اعمالِ صالحہ کے بدلہ کو کہتے ہیں بدلہ اور مزدوری کام کی نوعیت کے اعتبار سے ہوتی ہے جس نوع کا کام ہوتا ہے اسی لحاظ سے اس کی مزدوری ہوتی ہے، دو شخص ہیں دونوں کی ڈیوٹی کا وقت ایک ہی ہے لیکن ایک کو اجرت زیادہ ملتی ہے اور ایک کو کم یہ فرق کیوں؟ کام کی نوعیت کی وجہ سے ہے، ایک کا کام بڑا ہے اور ایک کا چھوٹا ہے اسی لحاظ سے دونوں کی مزدوری میں فرق ہے، ایک شخص چار گھنٹے

کام کرتا ہے دوسرا تین گھنٹے کرتا ہے، تیسرا دو گھنٹے، اور ایک شخص ہے کہ وہ ایک ہی گھنٹہ کرتا ہے تو بظاہر جس کے کام کا وقت زیادہ ہے، اس کی محنت زیادہ ہے لہذا اس کو مزدوری زیادہ ملنی چاہئے مگر ہوتا یہ ہے کہ چار گھنٹے کام کرنے والے کو چالیس روپیہ اور تین گھنٹے والے کو پچاس روپیہ اور دو گھنٹے والے کو ساٹھ روپیہ اور ایک گھنٹے والے کو ستر روپیہ تو یہ فرق اسی وجہ سے ہے کہ کام کی نوعیت اور کام کی اہمیت میں فرق ہے اس لئے اس کا جو عوض اور بدلہ مل رہا ہے اس میں بھی فرق ہے، یہی وجہ ہے کہ اعتکاف جو اخیر عشرہ میں کیا جاتا ہے وہ ہوتا تو دس دن کا ہے لیکن اہمیت کی وجہ سے اس کی فضیلت اور اجر زیادہ ہے۔ گھر والوں سے متعلقین دوست واعزا سے الگ ہو کر یکسوئی کے ساتھ دربارِ الٰہی میں آکے پڑ رہا ہے بڑی خاص چیز ہے اسی لحاظ سے اس کا اجر بھی زیادہ ہے دو حج اور دو عمرے کے برابر ہے

اعتکاف دو طرح کا ہوتا ہے

ارشاد فرمایا کہ اعتکاف دو طرح کا ہوتا ہے ایک سنت مؤکدہ جو رمضان کے اخیر عشرہ میں کیا جاتا ہے، اس کو سب جانتے ہیں، اس میں بھی شریعت نے سہولت اور آسانی دی ہے کہ ایک شخص ہے اس کے گھر سے کوئی کھانا لانے والا نہیں ہے تو اس کے لئے اس کی گنجائش ہے کہ کھانا جا کر لے آئے، اسی طرح قضائے حاجت کا مسجد کے قریب انتظام نہیں ہے تو اس کے لئے گھر جا سکتا ہے، ضرورت سے فارغ ہو کر آجائے، ایک اعتکاف اور ہے وہ ہے نفلی اعتکاف، اب بعض لوگ ہیں کہ ان کا اعتکاف کرنے کو جی چاہتا ہے لیکن دس دن کا ان کو موقع نہیں ہے بلکہ ایک دو دن کا موقع ہے تو ان کے لئے بھی موقع ہے کہ جتنا وقت ہو اتنے وقت کے لئے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں آجائیں، یہ ایسا اعتکاف ہے کہ اس کے لئے کسی وقت کی نہ تو شرط ہے، اور نہ روزہ سے ہونے کی شرط ہے ایک دو گھنٹے آدھے گھنٹے کا موقع

ہے، نماز پڑھنے، تراویح پڑھنے مسجد آئے اعتکاف کی نیت کرے، جتنی دیر مسجد میں رہے گا اعتکاف کا ثواب ملے گا اس کا اہتمام کرے انشاء اللہ اس کے فوائد خود محسوس ہوں گے، آقا کے دربار پر رہنا چاہئے کتنی دیر کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔ اپنے قلب میں سکون اور خاص کیفیت محسوس کرے گا۔

ذکرِ الٰہی کا فائدہ

ارشاد فرمایا کہ تھوڑی دیر کسی بھی وقت اللہ کا ذکر کرے، کم از کم ایک تسبیح کلمۂ طیبہ کی ایک تسبیح درود شریف کی، ایک تسبیح استغفار کی، اس کا اہتمام اور پابندی کرے تو اس کے بڑے فوائد اور منافع محسوس ہوں گے، اگر کوئی شخص ڈپٹی کلکٹر صاحب کے یہاں جائے اور واپس آکر کسی سے یہ کہے کہ میں آج ڈپٹی کلکٹر صاحب کے یہاں گیا تھا وہ آپ کا ذکر کر رہے تھے کہ بھائی فلاں صاحب بڑے اچھے اور عمدہ آدمی ہیں، تو اس سے ان صاحب کو خوشی ہوگی کہ ان کے یہاں ہمارا ذکر آیا ان سے ملاقات کا جی چاہے گا کہ نہیں؟ اور اگر کہیں گورنر صاحب کے یہاں ذکر آجائے تو پھر خوشی کا کیا کہنا؟ کتنی مسرت ہوگی جب دنیا کے حکام کے یہاں کسی کا ذکر آجائے تو اسے مسرت ہوتی ہے اور خوشی ہوتی ہے، اب اندازہ لگاؤ کہ کسی کا ذکر اللہ تبارک و تعالیٰ کے یہاں ہو جائے وہ بھی فرشتوں کی مجلس میں تو اس سے کتنی خوشی و فرحت ہوگی؟ اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا ہے، اس کی صورت کیا ہے؟ قرآن پاک میں فرمایا گیا۔

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ [1] تم مجھے یاد کرو، میں تم کو یاد رکھوں گا۔

تو ذکر کتنی بڑی چیز ہے کہ اس سے ذکر کرنے والے کا تذکرہ حق تعالیٰ کرتے ہیں، اس لئے ذکر کا اہتمام کیا جائے، پابندی سے کسی بھی وقت بیٹھ کر ذکر کیا جائے،

---

[1] پ۲ ع۲

پھر کیا کیفیت ہو جائے گی، جس کو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے، حضرت خواجہ صاحب علی گڈھ میں گریجویٹ تھے، حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہ سے تعلق خاص ہوا تو ڈپٹی کلکٹر کے عہدہ پر تھے اس سے استعفیٰ دے کر اپنے کو تعلیمی محکمہ میں منتقل کرالیا تھا حالانکہ تنخواہ بھی کم ہو گئی تھی وہ بیان کرتے ہیں کہ کیا کیفیت ہو جاتی ہے ؎

مجھے دوست چھوڑ دیں سب کوئی مہرباں نہ پوچھے
مجھے میرا رب ہے کافی مجھے کل جہاں نہ پوچھے

شب و روز میں ہوں مجذوب اور یاد اپنے رب کی
مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے

تمنا ہے کہ اب کوئی جگہ ایسی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے ہوتے یاد ان کی دل نشیں ہوتی

نفس کو قابو میں کیا جائے

ارشاد فرمایا کہ لوگ جنات کو قبضہ میں کرنے کی فکر میں رہتے ہیں، اس کے لئے عملیات کرتے ہیں، مجاہدہ اور مشقت برداشت کرتے ہیں، اور ان کا جو پیر ہے یعنی نفس اس کو قابو میں کرنے کی فکر نہیں کرتے، قابو میں کرنا یہ ہے کہ نفس کی ناجائز خواہشات اور غلط آرزوؤں کو دبائے، نفس کے کہنے پر عمل نہ کرے، جتنی محنت اور مجاہدہ اس کیلئے کرتے ہیں اگر یہی محنت اور مجاہدہ نفس کی ناجائز خواہشات کے دبانے کے لئے کیا جائے تو اس سے کتنی اصلاح ہو جائے گی اور کتنا فائدہ اور نفع ہوگا، تھوڑی فکر کی ضرورت ہے

بخشش سو سو حساب جو جو

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا معظم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے عالم گذرے ہیں، دارالعلوم دیوبند کے مبلغ تھے، نئے لوگ ان کو نہیں جانتے پرانے لوگ ان کو جانتے ہیں۔ انھوں نے ایک واقعہ

سنایا تھا اس وقت اسی واقعہ کو سنانا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب اپنی حاجت اور ضرورت کے لئے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ وہ تمہارا انتظام کردیں گے چنانچہ مغرب کی نماز سے فارغ ہوکر ان کے گھر گئے، تو گھر سے آواز آرہی تھی حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز آرہی تھی کہ آپ اپنی اہلیہ جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں ان سے مواخذہ فرمارہے ہیں اس بات پر کہ چراغ کی بتی اتنی موٹی کیوں کی؟ جب کہ کام اس سے پتلی سے بھی چل سکتا ہے اس بات کو وہ صاحب سن کر سوچنے لگے کہ جب اتنی سی بات پر مواخذہ کررہے ہیں تو ہمارا کام کیسے کرینگے ہماری حاجت کیسے پوری کریں گے اس کے لئے تو رقم زیادہ دینی ہوگی اور یہاں تو ذراسی بات پر مواخذہ ہورہا ہے یہ سوچ کر واپس چلے گئے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے متعلقین کی فکر رہا کرتی تھی کہ ان کا کام ہوا کہ نہیں ہوا چنانچہ دو چار روز میں جب حاضری ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ بھائی تمہارا کام ہوگیا؛ تو انھوں نے کہا یا رسول اللہ میں ان کے پاس گیا ہی نہیں آپ نے دوبارہ فرمایا کہ تم ان کے پاس جاؤ تمہاری ضرورت پوری کردیں گے چنانچہ حکم کی تعمیل میں یہ پھر گئے اور اپنی جو حاجت تھی وہ ظاہر کی، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ گھر تشریف لے گئے اور ایک تھیلی دراہم کی لاکر دے دی اب ان کو اور بھی حیرت ہوئی کہ کہاں تو چراغ کی بتی موٹی ہونے پر مواخذہ کررہے تھے اور کہاں یہ معاملہ کہ حاجت مند کی حاجت سنتے ہی اس کی حاجت پوری کردی تو انھوں نے پوچھا کہ ایک بات بتلائیے کہ میں اس سے پہلے فلاں دن آپ کے پاس آیا تھا اس وقت آپ چراغ کی بتی موٹی ہونے پر مواخذہ فرمارہے تھے اور آج یہ معاملہ اس کی کیا وجہ ہے؟

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بھائی دیکھو چراغ جلانے کا مقصد روشنی

ہے اب یہ فائدہ پتلی بتی سے حاصل ہو سکتا ہے تو موٹی بتی استعمال کرنا بے مصرف ہے اور فضول خرچی ہے اس لئے میں اس پر مواخذہ کر رہا تھا اور تم کو جو رقم دی ہے وہ تو اپنے موقعہ اور ضرورت پر لگ رہی ہے جو کہ باعثِ اجر و ثواب ہے مشہور مقولہ ہے "بخشش سو سو حساب جو جو" اس سے بتلانا یہ ہے کہ جب اپنی ذاتی ضرورتوں میں اتنی احتیاط اور کفایت ہے تو پھر جہاں اجتماعی معاملہ ہو اور قومی معاملہ وہاں تو اور بھی زیادہ احتیاط کرنی چاہئے، مدارس و مکاتب اور مساجد میں جو لوگ تعاون کرتے ہیں ان کو بھی احتیاط سے استعمال کرنا چاہتے یہ نہیں کہ بلاضرورت فضول خرچی کی جائے مثال کے طور پر ہم اپنے گھر میں جب بجلی کے پنکھوں کا استعمال کرتے ہیں تو ہر آدمی ایک ایک پنکھا استعمال کرتا ہے یا ایک ہی پنکھے سے کام چلاتے ہیں ؟ ایسے ہی مسجد میں بھی کرنا چاہئے ایک پنکھے میں کئی لوگ نماز پڑھ سکتے ہیں تو اب ایسا نہ کرے کہ ہر آدمی ایک ایک پنکھا چلائے۔ یہ مناسب نہیں ہے اس سے احتیاط کرنی چاہئے۔

القول العزیز

آئینہ بنتا ہے رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے دل
کچھ نہ پوچھو دل بڑی مشکل سے بن پاتا ہے دل
عشق میں دھوکے پہ دھوکے ور کیوں کھاتا ہے دل
ان کی باتوں میں نہ جانے کیوں یہ آجاتا ہے دل

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

القول العزیز
کامیابی تو کام سے ہوگی
نہ کہ حسنِ کلام سے ہوگی
فکر اور اہتمام سے ہوگی
ذکر کے التزام سے ہوگی
مجذوب رحمۃ اللہ علیہ